احکام قضاوت اور اس کے متعلق سوالات اوران کے جوابات

(قصاص ، دیات، حدود ، تغریرات و-----)

قرآن کی روشنی میں

تالیف : آیۃ اللہ العظمیٰ ڈاکٹر محمد صادق تہرانی

فہرست مطالب

فہرست	صفحہ
مقدمہ	۲
پہلی فصل: قصاص	۳
دوسری فصل: دیات	١٤
تیسری فصل: حدود	٢٦
چوتھی فصل: تغریرات	۳۵
پانچویں فصل: قضاوت	۳۸
چھٹی فصل: مسائل متفرقہ	۴۱

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَی اللهُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ الْمَعْصُومِيْنَ الْمُكَرَّمِيْنَ

یہ کتابچہ ان سوالات کے جوابات پرمشتمل ہے جو حضرت آیت اللہ صادقی تہرانی سے مختلف افراد نے کئے ہیں ان تمام سوالوں کے جوابات معظم لہ نے اجماع یا شہرت یا سیرت سے قطع نظر کرتے ہوئے ۔ کہ ان میں سے کوئی ایک بھی کتاب وسنت کے مقابلے میں اسلامی نقش نہیں رکھتا۔ کتاب وسنت دراسلامی مصادر میں عمیق غور اور خوض کرنے کے بعد دئیے ہیں ۔

معظم لہ تمام دینی اور فقہی سوالوں کے جوابات دینے کے لئے آمادہ ہیں

والسلام علی من اتبع الهدی

جامعہ علوم القرآن

تلفن ۲۵۱.۲۹۳۴۴۲۵

پہلی فصل

قصاص

سوال ۱)

جن موارد میں کہ ا ولیاء دم(خون) قاتل کو معاف کرنے کا تقاضا رکھتے ہوں یا دیت کا مطالبہ کریں ، لیکن سیاسی اور اجتماعی پہلو ؤں کو دیکھتے ہوئے معاف کرنا اصلاح کے منافی ہو تو حضرت کا کیا نظریہ ہے:

الف)۔ کیا اس صورت میں کہ حکومت قاتل کو قصاص کرنا چاہتی ہے تو اس بات کا امکان پایا جاتا ہے؟

ب)۔ کیا اولیاءدم کے راضی نہ ہونے کی صورت میں ان کو مبلغ دیہ کو بیت المال سے دیا جا سکتا ہے؟

ج)۔ کیا ولی امرمسلمین اس شخص کو جسے خود ولی دم پر ولایت حاصل ہے اس کےتحت ولی دم کےبرخلاف قاتل کوقتل کرسکتاہے؟

جواب)

عفو قصاص یا مطالبہ دیہ ایسا حق ہے جو اولیاء دم سے مخصوص ہے، مگراس صورت میں کہ قتل عمدی حق عمومی کو پائمال کرنے سے عبارت ہومانند اس شخص کے جو ((**یسعون فی الارض فساد**))یعنی زمین میں فساد برپا کرنے کا نمونہ ہو کہاس کا قتل عمدی اس کا روزانہ کا معمول بن کررہ گیاہو ایسی صورت میں مسلمانوں کی جان کی سلامتی اور حفاظت کے لئے مدعی العموم کو قصاص کرنا چاہیے اور ولی دم کو خون بہا کا حق نہیں ہے ،کیونکہ ایسے قصاص کا قبول کرنا اس پر واجب ہے اوراس صورت کے علاوہ اولیاء دم کی رضایت کے بغیراگر قصاص ہو تو خون بہا حاکم شرع کے اوپر ہے اور یہاں پرولی دم (خون) خون بہا کا مطالبہ کرنیوالے کودو خون بہا ادا کرنا پڑے گا ایک مقتول کا خون بہا اس کے اولیاء کو دوسرا قاتل کا خون بہا قاتل کے اولیاء کو۔

سوال۲)

اس صورت میں کہ ایک مرد نے ایک عورت کو قتل کر دیا ہو:

الف)۔ اگرمقتول کے اولیاء قصاص کے لئے قاتل کو نصف دیہ دینا چاہیں تو نوع دیہ کے انتخاب کا حق اولیاء دم کو ہے یا جانی کو؟

ب)۔ اگراولیاء دم اس مبلغ کی ادائیگی کے لئے راضی نہ ہوں اور وہ کورٹ سےاس مبلغ کی ادائیگی کی درخواست کریں تو کیا بقیہ دیہ کی ادائیگی بیت المال سے کی جا سکتی ہے؟

ج)۔ جن موارد میں عدم قصاص سیاسی اور اجتماعی پہلو کا حامل ہو کہ ایک طرح سے حکومت دخیل ہو تو اولیاء دم اور قادر نہ ہونے کی صورت میں کیا بقیہ دیہ کی رقم بیت المال سے ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب)

نوع دیت کا انتخاب اس صورت میں ہے کہ دونوں نظر سے ہو تو قاتل سے مربوط ہے کہ اس کو بقدر امکان ادا کرے ،اوردو طرح کی دیت کی ارزش کے مختل ہونے کی صورت میں ولی امر سے مربوط ہے کہ ایک ہزار اور پانچ سو مثقال سوناکے درمیان ہے اور اگردیت اداکرنے پر قادر نہیں ہے تو اولیاء مقتول کو بیت المال اس کے مطالبہ کا حق ہے خواہ اولیاء دم قادر ہوں یانہ ہوں

اور اگر عدم قصاص سیاسی اور اجتماعی پہلو کا حامل ہو،مانند اس موارد کے کہ مدعی العموم حق رکھتا ہو ولی دم کی رضایت کے برخلاف قاتل کو قصاص کرنا خلاف عدالت ہے مگراس صورت میں کہ یہ قصاص ولی دم کی مرضی کےخلاف درست نہ ہو اور دیت کا مطالبہ کرے کہ یہ دونوں دیت کی ادائیگی حاکم شرع کی ذمہ داری ہو گی جس نے اس قصاص کو نافذ کیا ہے یعنی دیت قاتل اور دیت مقتول ۔

اور مرد کی آدھی دیت ہر گز اس کے قتل کی مجوّزنہیں ہے،جیسا کہ گزرا ، کیونکہ جان خرید فروش کے قابل نہیں ہے اور چونکہ اصولی طور پر دیت کےموارد جانی کے اوپر ہیں اس کا انتخاب بھی دیت لینے والے کی نطر کے مساوی ہونے کی صورت میں جانی کرے گا۔

سوال۳)

قصاص اطراف کے بارے میں فرمائیے :

الف) ۔ قصاص اطراف کے اجراء کے بعد عضو بریدہ کس کی ملکیت ہے حکومت ، مجنی علیہ یا پھر جانی کی ملکیت ہے ؟

ب)۔ عضو بریدہ کو دفن ،عضو بریدہ کو جانی کو پیوند کرنے یا کسی دوسرے کو پیوند کرنے کے لئے اس کے فروخت کرنے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں ؟

جواب)

اگر جانی نے کسی عضو کو عمداًقطع کیا ہے تو اس صورت میں جانی کا عضو مجنی علیہ (جس پر جنایت کی گئی ہے)کی ملکیت ہے،کیونکہ مبادلہ دو پہلوؤں کا حامل ہے ایک دردقطع اور دوسرا عضوبریدہ کہ اس کو کسی دوسرے کو فروخت کر سکتا ہے یا خود سے وصل وپیوند کر سکتا ہے بنابر ایں چوری اور قصاص میں ہاتھ کاٹنا مختلف اور متفاوت ہے۔چوری میں غرض قطع ید(ہاتھ)اور درد ہے لیکن عضو جانی کی ملکیت ہے اور قصاص میں مقابلہ بہ مثل ہے جودرد عضو کی تلافی سے عبارت ہے بصورت امکان مبادلہ قھری ہے اور یہ خود ظلم بالمثل کے مصادیق اور افراد سے ہے ،درد مقابل درد اور عضو مقابل عضو ،کیونکہ مماثلت درکار نہیں ہے ۔اس مسئلے کی مزید توضیح یہ ہے کہ اگر عضو کا قطع کرنے والا قطع کے علاوہ کوئی ایسا کام کرے کہ عضو بریدہ سے فائدہ اٹھانا ممکن نہ ہو چونکہ اس کو تلف کر دیا ہے جو عضو اس کے مقابلے میں اس کا کاٹا جائے گا مجنی علیہ سے مربوط ہے لیکن اگر ایسا کوئی عمل انجام نہیں دیااور دوبارہ اس عضو کو وصل کرنا اور پیوند کرنا ممکن ہےاور مجنی علیہ نے اپنے عضو کے وصل مجّدد میں کوتاہی اور سہل انگاری کی ہے تو یہ عضو اپنے مالک یعنی جانی سے متعلق ہو گا ۔کیونکہ مجنی علیہ کے عضو کو اس نے تلف نہیں کیا ہے تا کہ مقابلہ بالمثل کے تحت اس کی تلافی ہو

(خلاصہ)عضو جانی کی ملکیت میں ظلم بالمثل (اعتداء بالمثل) مجنی علیہ کے لئے صرف اس عضو کے اتلاف کی صورت میں ہے کہ جانی اس کا مالک ہو گا لیکناس کو تلف نہ کرے اس مال کی مانندجسکو تلف کیا ہے صاحب مال تلف کرنے والے سے اس کے مثل کا مطالبہ کرنے کا مالک ہے لیکن ہر گز اس کے تلف کرنے کا حق نہیں رکھتا ہے ۔

سوال۴)

اس شخص کے بارے میں جس کا قتل ہونا طے ہے (تیر باران ہو یا حلق آویز ہو یا کسی اور طرح سے) فرمائیے :

الف)کیا ایسا شخص قتل سے پہلے اپنے خرچ پر ڈاکٹر سے بے حس یا بیہوش ہونے کی درخواست کرسکتا ہے تا کہ اس کو تکلیف اور درد کا سامنا نہ کرنا پڑے؟

ب)کیا حد یا قصاص نفس اور اطراف کے درمیان کوئی فرق ہے ؟

جواب)

دلیل شرعی کے مطابق عمل ہونا چائیے۔یعنی اس صورت میں کہ ادِلّہ شرعیہ سے استفادہ ہو کہ قتل کے علاوہ مجرم کو درد کی تکلیف سے دوچار کرنا بھی موضوعیت رکھتا ہے جائز نہ ہو گا کہ کسی وسیلے سے اس کی تکلیف میں تخفیف کریں یا درد کو ختم کریں ۔قصاص نفس صرف محکوم کو قتل کرنے سے عبارت ہے چاہے جس طرح بھی اس کو قتل کیا جائے ،درآنحالیکہ حد اوّل قتل سے اعّم ہے اور یہ کہ ان میں سے بعض قتل صرف قتل سے عبارت ہے اور بعض دوسرے قتل میں قتل کے علاوہ تکلیف اور درد سے دو چار کرنا بھی موضوعیت رکھتا ہے۔

سوال۵)

ایک مرد نے ایک عورت کو حرمت والے مہینوں میں موت کے گھاٹ اتار دیا اس بات کے پیش نظر کہ حرمت والے مہینوں میں قتل کا واقع ہونا ثلث دیہ کے اضافہ کا موجب ہے،فرمائیے :

اگر اولیاء دم قصاص جانی کا مطالبہ کریں تو ایسی صورت میں ماہ حرام میں ایک مرد کی نصف دیت اس کو ادا کریں یا غیر ماہ حرام میں ایک مردکی نصف دیت اس کو ادا کریں ؟

جواب)

حرمت والے مہینوں میں قتل ہرگز دیت کے اضافے کا موجب نہیں ہے اور اولیاء دم کے مطالبہ کی صورت میں بھی کلی بقیہ دیت ادا کر کے مرد کا قتل کرنا جائز نہیں ہے ،کیونکہ خون نہ کل اور نہ بعض مورد معاملہ میں ہر گز واقع نہیں ہو سکتا اور ((اَلْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی))(بقرہ/۱۷۸)(اور عورت کے مقابلے میں عورت)دلیل قطعی ہے کہ عورت کو عورت کے مقابلے میں قتل کیا جا سکتا ہے نہ کہ مرد کو بھی بقیہ خون ادا کرکے قصاص کیا جا سکتا ہے اگرچہ عورت کو مرد کے مقابلے میں مطالبہ قصاص کی صورت میں مرد کےخون بہا کا نصف زائد ادا کر کے قصاص کیا جا سکتا ہے ((اَلْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی)) (عورت عورت کے مقابلے میں)حصر ہے کہ صرف عورت کو عورت کے

مقابلے میں قتل کیا جا سکتا ہے اور عورت کو مرد کے مقابلے میں ،لیکن مردکو ہر گز کسی بھی صورت میں مرد قاتل کے مقابلے میں قتل نہیں کیا جا سکتا اور یہاں پر متعارض روایات اس حکم سے مربوط آیت کو پیش کر کے اس حکم کو مسلم کرتی ہیں۔

سوال٦)

اگر قتل کے بعد (حلق آویز، سنگسار ۔۔۔)اوردفن سے پہلے سرد خانہ میں یا قانونی ڈاکٹر کے پاس مجرم میں آثار حیات دکھائی دیں اور علاج معالجہ کے ذریعے وہ اپنی سلامتی کو پا لے ،فرمائیے :

الف)حکم کے دوبارہ جاری اور نافذکرنے کی کیا صورت ہے ؟

ب)کیا حداور قصاص کے درمیان کوئی فرق ہے؟

ج) اگر دوبارہ حکم کا نفاذ ضروری ہوتو ایسی صورت میں محکوم پر فوق الذکردو حالتوں میں جو پہلے خسارت وارد ہوئی ہے اس کیدیت کس کے ذمہ ہے ؟

جواب)

قصاص کے بارے میں صرف اور صرف قتل ہے ((**فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ**))(بقرہ/١٩٤)اور((**اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ**))(بقرہ/١٩٤)اس حکم میں نص ہے،لیکن رجم

اوراس کے مانند کے بارے میں کہ منظور قتل نہیں ہےاگر رجم عادی سے قتل نہ ہو تو ہرگز مجرم کا قتل جائز نہیں ہے چہ جائیکہ وہ اپنی سلامتی کو پا لے ،کیونکہ امکان رجم اور مانند رجم کےبعد محکوم کی سلامتی کولوٹا نے کی کوشش کرنی چاہیے۔

خلاصہ حد، قصاص سے اعّم ہے یعنی اس میں زیادہ وسعت ہے اور قتل کے علاوہ کو بھی شامل ہے کیونکہ قصاص نصوص کے مطابق صرف قتل ہے اور حد ممکن ہے کہ قتل ہو جیسے حد مرتد اور اللہ و رسول سے جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد برپا کرنے والے کی سزا پھانسیاور قتل کے درمیان ہے ۔اور ممکن ہے کہ قتل نہ ہو جیسے رجم لیکن حد اپنی خاص دلیل سے مقیّد اور محدود ہے جیسے رجم اور تازیانہ وغیرہ

سوال٧)

اس شخص کے بارے میں جس کا حد یا قصاص کے عنوان سے قتل ہونا طے ہےآپ کیا فرماتے ہیں:

الف)اگر دوسرے کے حدود یا تغریرات قتل سے کمتر اس کے لئے ثابت ہوں تو کیا اس سے صرف نظر کیا جا سکتا ہے؟

ب)کیا حق اللہ اور حقوق الناس کے درمیان کوئی فرق ہے ؟

جواب)

قتل کے علاوہ سارے حدود قتل سے پہلے محکوم پر جاری کیے جائیں اور قتل کی وجہ سے ان حدود کے ساقط کرنے پر ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ ہرایک کو اپنی دلیل کے تحت جاری ہونا چاہیے اور اس میں حق اللہ اور حقوق الناس کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ان حقوق کے درمیان کوئی تزاحم نہیں پایا جاتا ۔

سوال۸)

جن صورتوں میں کہ مجرم کو قتل ہونا چاہیے اور شارع مقدس کی طرف سے مجازات کے لئے کوئی خاص روش معین نہیں ہوئی ہے کیا لازم ہے کہ حکومت اس طرح سے حکم جاری ونافذ کرے کہ محکوم کو کم سے کم درد اور اذیت ہو ؟

جواب)

ان صورتوں میں قتل کا صادق ہونا کافی ہے اور اس سے تجاوز حرام ہے بنابراحتیاط واجب حکومت کو کم سے کم کیفیت قتل کا انتخاب کرنا چاہیے ۔

سوال۹)

قصاص اطراف کے بارے میں فرمائیے:

الف)معیار مماثلت نسبیہ کی رعایت ہے یا مثلت عرفیہ کی رعایت ہے؟ ہرایک کا معیار کیا ہے؟

ب)کس صورت میں قصاص دیت میں تبدیل ہو جاتا ہے ؟

ج)کیا اجراء قصاص میں طول ،عرض اور عمق میں کوئی فرق ہے؟مثلاً اگر مجرم کمزور اور جانی نحیف اور جس پر جرم ہوا ہے وہ چاق و چوبند ہے اورمجنی علیہ کا بازو ۳سینٹی میٹر گہرا کٹ گیا ہے تو قصاص میں نحیف وکمزور جانی کا نصف بازو کاٹا جائے کہ ۲سینٹی میٹر ہے یا وہی ۳سینٹی میٹر کاٹا جائے گااگرچہ نصف بازو سے زیادہ ہو؟

جواب)

الف)میعار مماثلت عرفیہ کی رعایت ہے کیونکہ مثلاً((اَلْعَیْنُ بِالْعَیْنِ وَ---))آنکھ کے مقابلے میں آنکھ بطور مطلق ہے مزید برآں ((فَاعْتَدُوْ عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ))مماثلت عرفیہ کے معنی میں ہے اور مماثلت نسبیہ نہ مقصود ہے نہ ممکنطول وعرض وعمق میں معیار مماثلت وہی مماثلت عرفی ہے کہ مثلاً اگر کسی نے کسی کا پیر زانو تک کاٹ دیا ہے تو پیر کی جگہ خواہ چھوٹی ہویا بڑی صرف زانو تک ہی کاٹی جائے گی ۔

ب) جس صورت میں قصاص بالمثل ممکن نہ ہو بلکہ قصاص کی صورت میں مثل سے زیادہ قصاص ہو قصاص دیت میں تبدیل ہو جائے گا کیونکہ تجاوز بالمثل جائز ہے مگر مثل سے کمتر

قصاص ممکن ہونے کی صورت میں قصاص کا ایک حصہ ہے اتنا ہی قصاص کیا جائے گا اور اس کا بعض حصہ دیت میں منتقل ہو جائے گا اور یہاں پر بھی جانی کی رضایت شرط نہیں ہے ۔

ج)قصاص میں مماثلت طول وعرض وعمق میں متفاوت نہیں ہے بلکہ مماثلت عرفی شرط ہے اورجیسا کہ عرض ہوا کہ مثلاً کسی چاق وچوبند شخص کانصف بازو اس کا مثل نحیف ولاغر شخص کا نصف بازو ہے ،کہ اگر لاغر شخص کا کل بازوچاق وچوبند شخص کے نصف بازو کے برابر ہو تو لاغر شخص کا کل بازو قصاص نہیں ہو گا۔

سوال۱۰)

قصاص نفس کر بارے میں فرمائیے:

الف)کیا اولیاء دم، قصاص نفس کے بجائے قاتل کے بدن کا کوئی عضو قطع کر سکتے ہیں ؟مثلاً قاتل کو قتل کے بجائے اس کا ایک پیر کاٹ دیں ۔

ب)کیا اولیاء دم، قاتل کے بدن کا کوئی عضو کاٹ سکتے ہیں اور مابقی کی نسبت دیت کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟

ج)کیا اولیاء دم، قاتل کے بدن کا کوئی عضو (حصہ)کاٹ کر مابقی کی نسبت مصالحت کر سکتے ہیں ؟

د) مذکورہ بالا تینوں حالتوں میں قاتل کی رضا اور نارضگی کا کیا کوئی اثر ہے ؟

جواب)

آیات گذشتہ کے بموجب حتی الامکان قصاص نفس سے تنزّل کرنا(نیچے آنا)واجب ہے کیوں کہ برتر کی حفاظت واجب ہے، خواہ جانی راضی ہو یا نہ ہو

خلاصہ تنزّل کےکسی بھی مورد میں جانی کی رضایت شرط نہیں ہے اور اولیاء دم کا کسی بھی طرح کا تنزّل واجب القبول ہے ۔

سوال۱۱)

چنانچہ ادلّہ ذیل کی رو سےمحکوم شخص کے بارے میں حکم قصاص اجراء نہ ہوا ہو تو کیا اس کو اجراء حکم کی مدت تک (ہر چند مدت طولانی ہو) جس میں رکھا جا سکتا ہے ,؟

الف)اولیاء دم، فقر مالی یا دوسرے وجوہات کی بنا پر بقیہ دیت کی ادئیگی سے اجتناب کرتے ہیں ۔

ملحوظ رہے کہ اس بند کے کچھ موارد میں اجراء حکم اجتماعی اور سیاسی دونوں لحاظ سے ضروری ہے۔

ب)قصاص کا مطالبہ کرنے والے اولیاء کی طرف سے مقتول کے اولیاء صغیر کے سہم کا ادا نہ کرنا۔

ج)بعض اولیاءدم کا معاف کرنا اور قصاص کا مطالبہ کرنیوالے اولیاء کی طرف سے محکوم علیہ کو ان کے سہم کا ادا نہ کرنا۔

د)اولیاء دم کا نا معلوم ہونا یا ان تک رسائی نہ ہونااور حاکم شرع کا قاتل سے دیت لینے کا حکم کرنا اور قاتل کا دیت کی ادائیگی پر قادر نہ ہونا۔

ھ)دیت کی مصالحت اور محکوم علیہ کا دیت کی ادائیگی سے قاصر ہونا ۔

و)اولیاء دم کا آخری تکلیف کی تعیین کے لئے عدالت سے رجوع کرنا۔

ز)حکم قصاص کے دقیق اجراء کے لئے ضروری ثبوت اور دستاویز کا فقدان اور مجنی علیہ ،اولیاء دم یا افراد خبرہ کا اجراء حکم سےدوری اور اجتناب کرنا ۔

ح)مورد بند "ز" اس صورت میں کہ محکوم علیہ دیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو یا شاکی کی رضایت حاصل نہ کر سکے ,

۲۔جواب کے منفی ہونے کی صورت میں کیاعدالت محکوم شخص کو قید وشرط کے بغیر آزاد کر سکتی ہےیا اس کی آزادی کے لئے وثیقہ یا قید ضمانت کی ضرورت ہے؟

جواب)

اقوال فقہاء کی روشنی میں فاضل(اضافی) دیت اس صورت میں ہے جب قاتل مرد ہو اور مقتول عورت ہو لیکن اس صورت میں فاضل دیت کی ادئیگی سے حق قصاص نہیں رہ جاتا کیونکہ جان یا نصف جان قابل خرید فروخت نہیں ہے اور اگر فاضل دیت بھی دی جائے تو اسصورت میں قصاص ((**الانثیٰ بالانثیٰ**))اور ((تجاوز بالمثل))کے بر خلاف ہے کیونکہ صرف عورت عورت کے مقابلے میں اور اس سے بالا تر عورت مرد کے مقابلے میں قصاص ہوتی ہے ،مرد عورت کے مقابلے میں قصاص نہیں ہوتا اور قاتل مرد کی نصف جان کے درمیان اس کا نصف خون بہا دینے کی صورت میں کوئی مماثلت نہیںبلکہ اس صورت میں قصاص کے علاوہ اضافی تادیب کے ساتھ عورت کا خون بہا قاتل مرد پر ہے اور قصاص کے علاوہ اضافی تادیب بھی حاکم شرع کے زیر نظر ہونا چاہیے جو تغریر ،جسس۔زدوکوب اور حکومتی اداروں میں کام کرنے سےمحرومیت وغیرہ کو شامل ہو اور حکم قصاص اور دیت دینے کی صورت میں اگر تاخیر درکار ہو تو محکوم کا زندانی کرنا کوئی موضوعیت نہیں رکھتا مگر یہ کہ اس کو اجراء حد یا خون بہا کی ادائیگی کے لئے قید کیا جائے ،اس صورت کے علاوہ کہ جانی خون بہا ادا کرنے پر قادر نہ ہو اس بات کی کوئی گارنٹی بھی نہ ہو تو اسلامی حکومت کی ذمّہ داری ہے کہ بصورت امکان اولیاء مقتول اوراس کے ورثہ کو مقتول کا خون بہا دے۔

سوال۱۲)

الف)چنانچہاولیاء دم قصاص کی مصالحت کرتے وقت دیت سے زیادہ رقم کا مطالبہ کریں جسکی ادائیگی قاتل کے لئے ممکن نہ ہو تو کیا عدالت اجراء قصاص کے لئے محدود فرصت دے سکتی ہے اور مہلت کی مدت تمام ہونے کے بعداور قصاص کا مطالبہ نہ کرنے پرمحکوم کو آزاد کر سکتی ہے؟

ب)جواب کے مثبت ہونے کی صورت میں اس کو قید و شرط کے بغیر آزاد کیا جا سکتا ہے یا وثیقہ اورقید ضمانت کے ساتھ اس کو آزاد کیا جائے گا؟

ج)اس صورت میں کہ مقتول کے چھوٹے اور بڑے ورثہ ہوں،اگر بڑے اور بزرگ ورثہ قصاص کے طلبگار ہوں لیکن قصاص لینے کے لئے چھوٹوں کے حصہ کی ادائیگی کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں تو کیا قاتل کو صغیر ورثہ کے سن بلوغ تک پہونچنے تک (اگرچہ اس کی مدت طولانی ہو)زندان میں رکھا جا سکتا ہے؟

د)جواب کے مثبت ہونے کی صورت میں کیا زندان میں بسر کی گئی طولانی مدت (مثلاًطفل صغیر کے بلوغ کےلئےچودہ برس)اوراس کے بعد اجراء قصاص ایک جرم کی دو سزا کے مترادف نہیں ہے ؟

جواب)

مصالحت میں اولیاء دم کو دیت سے زیادہ رقم کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے اور ان کے اصرار کی صورت میں کہ یاقصاص یا زائدبردیت رقممحکوم کی جان کی حفاظت کے پیش نظر خود مجرم یا اس کے افراد اور آخر میں بیت المال زائد مبلغ کا بار اٹھائے گا اورآخر کار بصورت امکان وثیقہ لے کر آزادی اور جانی (مجرم)کو دیت کی ادائیگی کی مدت تک زندان میں رکھنا واجب ہے۔ مگر یہ کہ بالکل دیت دینے یا اس کے بعض مبلغ کی ادائیگی کی قدرت نہ رکھتا ہو کہ چونکہ دیت کی ادائیگی کی کوئی گارنٹی نہیں ہے مناسب تادیب کر کے جو حد شرعی سے کمتر ہے وہ آزاد ہو جائے گا۔بلکہ قصاص سے معاف کر کےمبلغ زائد کا طلب کرنا خود بخود عفو ہے اور دیت سے فاضل رقم کا ادا کرنا بھی لازم نہیں ہے -

فرض مذکورہ میں حق قصاص منتفی ہے کیونکہ یہ حق ورثہ کبیر اور صغیر دونوں کے درمیان مشترک ہے اور ورثہ صغیرکا حق دے دینے کی صورت میں کوئی قصاص نہیں رہ جاتا یہاں تک کہ بڑے ہونے پر سن بلوغ تک پہونچ کر قصاص کا مطالبہ کریں اور اس صورت میں دیت کی فراھمی تک جسس کرنا لازم ہے اور اس صورت میں کہ حق قصاص اور دیت کے درمیان جسس جانی کی انحصاری مدت میں مراد ہو چونکہ یہ جسس صاحبان دم کے حق کی حفاظت کے لئے ہے۔ زندان کے تمام اخرجات بھی انھیں کے ذمّے ہیں خواہ مقداردیت سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں،کیونکہ قصاص کا احتمال پایا جاتا ہے جو کہ دیت سے کہیں زیادہ گرانبہا ہے اور بصورت عدم امکان بیت المال ذمہدار ہے -

سوال۱۳)

جس پر قصاص کا حکم لگایا گیا ہے اگر وہ مشابہ عضو سے محروم ہو تو آپ کیا فرماتے ہیں؟

الف)اس بات کے پیش نظر کہ غیر سالم عضو سالم عضو کے مقابلے میں قصاص ہوتا ہے مثال کے طور پر کیا ایسے شخص کی آنکھ جو بحسب ظاہر سالم ہے لیکن بینائی سے محروم ہے غیر سالم عضو ہو گی یا ایسا شخص فاقد عضو محسوب ہوتا ہے؟

ب)اگرجانی کی داہنی آنکھ بینائی سے محروم ہواور وہ کسی کی دائیں آنکھ کو اندھا اور بے نور کر دے تو ایسی صورت میں اس کی بائیں آنکھ بعنوان قصاص اندھی اور بے نور کی جائےگی یا نہیں ؟

ج)اگر بینائی کاسلب کرنا، حدقہ چشم کو باہر نکال لینے سے عبارت ہو اور خود جانی کا حدقہ چشم سالم ہے لیکن بینائی سے محروم ہے تو قصاص کی صورت میں حکم کیا ہے؟ کیا حدقہ چششم حدقہ چشم کے مقابلے میں قصاص ہو گا اور سلب بینائی کے مقابلے میں دیت لی جائے گی یا کوئی دوسرا حکم ہے؟

جواب)

مذکورہ بالا مسئلہ کی صورت میں غیر سالم عضو محسوب ہوتا ہے اور ایسی صورت میں تفاوت دیت کی ادائیگی لازم ہے ۔

مذکورہ بالا مسئلہ کی صورت میں:جانی کی بائیں آنکھ کو دائیں آنکھ کی جگہ اندھا اور بے نور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان موادر میں تجاوز بالمثل دو پہلو سے قابل انکار ہے اوّل یہ کہ بائیں اور دائیں آنکھ میں کامل مشابہت نہیں ہے اور دوسرا پہلو جوزیادہ اہم ہے وہ یہ کہ جانی بائیں آنکھ گنواں بیٹھنے کے بعد بینائی سے بالکل محروم ہو جائے گا۔ جبکہ جانی نے مجنی علیہ کی نصف بینائی زائل کی ہے اس وجہ سے قصاصدیت میں تبدیل ہو جائے گااور صحیح ہے کہ جانی نے مجنی علیہ کی ایک آنکھ اندھی اور بے نور کی ہے لیکن مسئلہ مفروضہ میں اگر مجنی علیہ جانی کی بینائی کو زائل کر دے گا تو اس صورت مطلق طور پر اور بالکل نابینا ہو جائے گا

مسئلہ مفروضہ میں: حدقہ چشم، حدقہ چشم کے مقابلے میں ہے اور اس کے نقص کی تلافی بقیہ دیت کی ادئیگی سے ہو گی ۔

سوال۱۴)

اس بات کے پیش نظر کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا دایاں ہاتھ قطع کر دے ،قصاص کے وقت چنانچہ جانی دائیں ہاتھ سے محروم ہو اس کا بایاں ہاتھ اور بایاں ہاتھ بھی نہ ہو نے کی صورت میں اس کا پیر قطع کیا جاتا ہے بیان فرمائیے کہ کیا یہ حکم پیر اور دیگر جفت اعضاء کے بارے میں بھی قابل اجراء ہے؟ مثلاً اگرجانی دائیں پیر سے محروم ہواورکسی اور کا بایاں پا ؤں قطع کر دے کیا یہاں بھی پہلے اس کا بایاں پا ؤں اور بایاں پا ؤں نہ ہونے کی صورت میں اس کا ہاتھ کاٹاجائے گا ؟

جواب)

قصاص میں اصلی شرط مماثلت اور شباہت ہے اس اصل کی رو سےفرفض شدہ مسئلے میں اگر با ئیں ہاتھ کاکام دائیں ہاتھ کے برابر یا اس سے کم تر ہو تو کاٹا جائے گا لیکن زیادہ ہونے کی صورت

میں اعتداء (تجاوز)بالمثل نہیں ہے اور دیت میں تبدیل ہو جائے گا ۔اور چونکہ ہاتھ اور پیر کے درمیان مماثلت نہیں ہے بالخصوص اس صورت میں کہ ایک چیزرکھتا ہو وہاں پر قصاص عضو کا محل نہیں ہے اور کلی طور پر قصاص میں مماثلت یاغیر مماثلت یا زندگی کے استعمال میں قطعی برابری ہو یا اہم تر ہو کی صورت میں کمتر یا زیادہ ہونے کا احتمال جائز نہیں ہے کیونکہ بنیادی شرط تجاوز بالمثل ہے، خواہ مماثلت اصل عضو میں ہو جیسےدایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کے مقابلے میں یا کم تر جیسے بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کے مقابلے میں،شخص جانی کا استعمال عضوبریدہ سےزیادہ ہو

سوال ۱۵)

اس صورت میں کہ مجنی علیہ یعنی جس کے ساتھ ظلم ہوا ہے، اپنی زندگی سے محروم ہوگیا ہے تو آپ کیا فرماتے ہیں:

کیا قصاص نفس کے دیت میں تبدیل ہونے یا مصالحت یاعفو جانی کی وصیت کر سکتا ہے ؟کیا ایسی وصیت نافذ ہو گی؟

جواب)

وصیت کے فرض شدہ مسئلے میں دوسرے کے مال میں وصیت کرنا ہے؛ کیونکہ قصاص نفس یا دیت وارث کا حق ہے نہ کہ مورّث کا،بنابر ایں اس اصل کی رو سے دوسرےکے مال میں وصیت بالکل نافذ نہیں ہے جیسا کہ وصیت میں خود اس کے ثلث میں نافذ نہیں ہے لیکن اصل قصاص کے لئے کوئی ثلث نہیں ہے تاکہ وصیت اس کے متعلق ہو بنابر ایں دیت قبول کرنے میں وارث کی طرف سے وصیت کا نفاذ منحصر ہے۔

سوال ١٦)

اس شخص کے بارے میں جس پر حکم قصاص نافذ ہوا ہے اور اولیاء دم کی درخواست پر حلق آویزاں ہوا ہے لیکن ابھی اس کی حیات باقی ہے، بیان فرمائے:

الف)اگر اس مرحلےمیں بعض اولیاء دم قاتل کو عفو کر دیں تو کیا اجراء حکم کا روکنا اور متوقف کرنا لازم ہے یا اس کا متوقف کرناسارے اولیاء دم کی رضایت پر موقوف ہے ؟

ب)اگر اس مرحلے میں عفو بصورت مشروط ومعلق (نہ منجز) انجام پائے تو کیا حکم ہے ؟

ج)اجراء حکم کے متوقف اورقاتل کے صحت یاب ہونے کی صورت میں اگر قصاص کامطالبہ کرنے والے اولیاء معاف کرنے والے ا ولیاء کے دیت کے حصہ کو ادا کریں تو کیا دوبارہ اس کو قتل کیا جاسکتا ہے ؟

د)اگر متعدد بار اس بات کاتکرار ہو تو کیا حکم ہے؟

ھ)حکم اوّل کے اجراء کے بموجب پہلے مرحلے میں جانی کوجن خسارتوں اورتکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا ضامن کون ہے؟

جواب)

الف) مذکورہ صورت میں حتمی طور پر قصاص کو متوقف ہونا چاہیے ،کیونکہ ((**فمن عفی له من اخیه شیء فاتباع بالمعروف ؤ اداء الیه باحسان ذٰلک تخفیف من ربکم ورحمه**))یہ آیت نص ہے اس بات پر کہ اگر اولیاء دم قصاص یا خون بہا کا کچھ حصہ معاف کر دیں تو سب پر اس عفو و درگزرکی پیروی لازم ہے ۔ یہاں تک کہ قاتل بھی اپنے قتل کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور اس صورت میں کہ بعض اولیاء دم نے قاتل کو عفو کر دیاہے اس عفو کی پیروی سب پر لازم ہے اور دوسروں کی ضرورت نہیں ہے ۔لیکن اس سے پیشتر آیت ((**فمناعتدی فاعتدو ا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم**))کے مطابق کیفیت قصاص معین ہے کہ عمل مجرم کے برابر ہو نہ کہ اولیاء دم کی درخواستکے مطابق، قصاص قاتل کے بارے میں اسی طرح حلق آویز کرنا معتبر ہے جس طرح قاتل نے مقتول کو قتل کیا ہو لیکن اگر اس نے مقتول کو گرم یا سرد اسلحہ کے ذریعے یا کسی دوسری چیز سے قتل کیا ہو تو اس کو اسی طرح قصاص کرنا چاہیے اور اس کو حلق آویزاں کرنا حرام ہے مگر اس صورت میں کہ اولیاء دم کی درخواست پر "مثل" سے کمتر چیز پر اس سے قصاص لیا جائے۔

ب) مذکورہ مرحلہ میں حکم قصاص کو شرط کے متحقق ہونے تک معلق رہنا چاہیے اور اگر شرط محقق ہو جائےگی تو قصاص بالکل ساقط ہو جائے گا اور اگر معین وقت یا شرط میں معلق علیہ (جس پر معلق ہے)انجام نہ پائے تو قصاص ثابت ہے، کیونکہ ایسی صورت میں عفو مذکور عفو قطعی نہ تھا اور اگر سابق مسئلہ کی مانند عفو قطعی ہو تو قصاص کا ترک کرنا بھی قطعی ہو گا؛ لیکن چونکہ عفو "معلق "ہے اگر"معلق علیہ " انجام پا گیا تو قصاص بھی قطعی طور پر ساقط ہے ورنہ قصاص اپنی عادی حالت میں انجام پائے گا ۔

ج)مذکورہ فرض میں قاتل کو ہرگز قتل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اولیاء دم میں سے صرف بعض قصاص کے طلبگار ہوں اور بعض قصاص کے طلبگار نہ ہوں،جیسا کہ فرض مسئلہ یہی ہے تو خون (جان)بھی قابل تقسیم نہیں ہے کہ جانی کے بعض حصے کو موت کے گھاٹ اتار دیں اور بعض حصے کو موت کے گھاٹ نہ اتاریں قتل کرنا یا نہ کرنا دونوں ہی حکم سلبی یا ایجابی سے زیادہ کو شامل نہیں ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی کا بعض حصہ قتل کر دیں اور بعض کو زندہ رکھیں اور ایسی صورت میں جان جزئی یا کلی طور پر قابل خرید فروخت نہیں ہے، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر اولیاء کا وہ گروہ جو قصاص کا طلبگار ہے عفو کرنے والوں کی دیت کا حصہ ادا کر دے تو قصاص انجام دیا جا سکتا ہے یہ خود قاعدہ اصلی کے خلاف ہے جو خون مسلمان کے وجوب واحترام سے عبارت ہے؛ کیونکہ مسلمان کو حق نہیں ہے کہ کلاً یا بعضاًاپنی جا ن کا سودا کرے اور دوسروں کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی کی جان کی کلی یا جزئی طور پر خریداری کریں، چنانچہ آیت ((**لا تلقون بایدکم الی التهلکة**))ایک طرف نیز دوسری طرف جو آیات مخصوص موارد میں قتل کو معین کرتی ہیں، مفروضہ مسئلے میں حق قتل کو کلی طور پر سلب کرتی ہیں ۔

د)اگر اسی بات کی تکرار ہو تو حکم وہی ہے جو بیان ہوا اور اگر صورت یہ ہو کہ مثلاً قاتل چند لوگوں کو قتل کر دے اور قصاص کے طلبگاروں کی مجموعی تعداد ایک شخص کے قتل کے بقدر ہو تو یہاں ہر صد فیصد قاتل کا خون بہانہ (قتل کرنا) جائز ہے اور دوسرا یہ کہ اگر قاتل کسی کو قتل کرے اور اولیاء دم میں سے کہ فرض یہ ہے کہ دو ہیں ایک نے اس کو عفو کر دیا اور دوسرا

قصاص کا طلبگار ہے تو یہاں پر طلب قصاص کے باعث قاتل کا آدھا خون بہانہ جائز ہے اور اگر دوبارہ اس نے کسی اور کو قتل کر دیا اور قصاص خواہی اور عفوخواہی کی تکرار ہوئی تو نتیجے کے طور پر اس کا دوسرا آدھا خون بھی بہانہ جائز ہو گا کہ اس صورت میں ایسا کوئی حق اس کے لئے نہ ہو گا کیونکہ آیت((**فمن اعتدی بعد ذالک فله عذاب الیم**))نے انجام عفو کے بعد قصاص یا دیت کی طرف کسی بھی قسم کی باز گشت کو بالکل ممنوع قرار دیا گیا ہے ۔

ھ)خسارے کی ضمانت جانی (مجرم) کے اوپر ہے؛ کیونکہ خود ہی مقدمات قصاص کے اجراء کا موجب ہوا ہے نتیجے کے طور پر تحقیق قصاص کی صورت میں ضمانت مقدمات اجراء حکم جانی کے ذمّے ہے اور اس کی مالی حالت مخدوش ہونے اور بہتر نہ ہونے کی صورت میں عدلیہ اور بیت المال کے ذمّے ہے۔

سوال۱۷)

کیاقتل عمد میں تعاون اور مدد کرنے کی سزا قتل عمد کی طرح حق الناس ہونے میں یکساں ہے اور اولیاء دم کی جانب سے قاتل کو معاف و بخشش ہے یاحق اللہ ہے اور اس کا عفو کرنا انحصاری طور پر ولی امر مسلمین کے اختیارمیں ہے ؟

جواب)

قتل عمدی میں تعاون اور مدد کرنے کی سزا قتل عمدی کی طرح حق الناس ہونےمیں یکساں ہے اور آیت ((**فمن عفی له من اخیه شیء فاتباع بالمعروف**))کہ قاعدہ کلی سے اولیاء دم کو جوازعفو عطا کرتی ہے نہ کہ دوسرے شخص کو اور جواز شرعی کے ساتھ قاتل کے قصاص کو معاف کرنے کی صورت میں عفو کو قابل قبول ہونا چاہیے اور ایسے عفو کے بعد حق قتل ساقط ہے اور یہی حکم قتل میں مدد کرنے کے بارے میں بھی بطریق اولٰی جاری اور ثابت ہے۔حقیقیت میں قصاص حق الٰہی ہے کہ اولیاء دم کے عفو کی صورت میں خدا بھی اس حق کو ساقط کر دیتا ہے ((**ذالک تخفیف من ربکم رحمة**))لہذا حق اللہ بھی ہے اور حق الناس بھی اور اگر لوگوں کا شائستہ عفو ہو تو ایسا عفو شرعی نقطہ نگاہ سے بھی جائز ہے اور وہ اس صورت میں ہے کہ قاتل توبہ کرے اور جرم کی تکرار کا ارادہ نہ رکھتا ہو کہ اس کو عفو کرنے کی صورت میں کوئی حق باقی نہیں رہ جاتا اور اگر نہ صرف یہ کہ قاتل نے توبہ نہیں کی بلکہ دوسرو ں کوقتل کرنے سے بھی دستبردار نہیں ہے اور اپنے جرم پر مصر ہے تو اس صورت میں وہ عفو کے کے لائق نہیں ہے بلکہ اسکو عفو کرنا حرام ہے اور یہ حق اللہ اور حق الناس اسی طرح باقی ہے، یعنی قتل مماثل کا حکم رضایت اور عفو شائستہ کے برخلاف ولی یا اولیاء لازمی طور پر اس حکم کا اجراء کریں کیونکہ ایسے میں اسکو عفوکرنا اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی ضائع اور برباد کرناہے۔ اس کوقتل کرنا دوسروں کو قتل ہونے سے روکنا واجب ہے اور آیت ((**ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون**))کی رو سے جو حکم قصاص کو ((**قصاص**))اور((**امنیت حیات**))کے قاعدہ کلی کے تحت واجب جانتی ہے۔ اولیاء دم کے لئے مذکورہ فرض میں حق عفو موجود نہیں ہےبلکہ حق اللہ اور

حیات اجتماعی ((حق الناس))کی حفاظت کے لئے ایسے قاتل کو قتل کرنا ضروری ہے اور صرف اس صورت میں عفو قاتل واجب ہے کہ عادل وعالم حاکم شرع کے احراز کرنے یادو عادل کی شہادت سے یہ بات معلوم ہو کہ قاتل نے واقعی توبہ کر لی ہے اور اپنی اصلاح کے علاوہ واجبات اجتماعی کی ادائیگی کرتا، ترک محرمات کرتا ہے اور مجرمین اور منحرفین کی ہدایت اور رہنمائی بالجملہ امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی انجام دہی اور ناموس اسلامی کی حفاظت میں کوشاں ہے جس طرح کہ قوم حضرت یونس نے حضرت یونس کے ان سے اعراض اور رخ موڑنے اور عذاب کا حتمی وعدہ کرنے کے بعد واقعاً توبہ کی باوجودیکہ آثار عذاب کو ملاحظہ کرنے کے بعد ایمان نہیں ہے لیکن خدا نے یہاں پر استثنائی طور پر ان کے ایمان کو قبول کیا ہے اور ان کو عذاب سے محفوظ ((**الا قوم یونس کما آمنو کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیاة الدنیا**))بنا بر این مذکورہ شرط کے موجود ہونے کی صورت میں ولی یا اولیاء دم پر قاتل کو عفو کرنا واجب ہے ،قصاص اجراءنہیں ہو گا اور یہ حکم ایک فقہی قاعدہ کلی کے اہم بر مہم کو ترجیح دینے کی بنیاد پر ہے کہ یہاں پر حق اولیاء دم،ایسا حق الناس ہے جو کسی مہم شخص فردکا حق ہے لیکن تائب، صالح اور مصلح کا جسمانی اور روحانی اور اجتماعی حیات اس سے اہم ہے ۔

سوال۱۸)

قصاص نفس یا طرف کے بارے میں فرمائیے :

الف)کیا ولی امر دم یا مجنی علیہ (جس پر ظلم ہوا ہے)کی درخواست کے برخلاف مصالح کی بنا پر قصاص کو دیت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے ؟

ب)اگر مثبت ہو تو اس بات کی پیش نظر کہ فتوائے مشہور کے مطابق قصاص صرف اور صرف رضایت جانی کی صورت میں دیت میں تبدیل ہو سکتا ہے کیا درخواست جانی کے برخلاف قصاص کو دیت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے ؟

ج)جواب مثبت ہونے کی صورت میں دیت کون ادا کرے گا ؟ جانی یا بیت المال ؟

جواب)

الف)یقیناً اس شرط کے ساتھ جانی قطعی توبہ کرے اور اس کا زندہ رہنا سماج اور معاشرےکےلئے یقیناً سود مند ہو تو اس طرح کہ موارد میں امر کے اہم اور مہم کے دائر درمیان ہونے کی بنا پر قصاص، دیت میں تبدیل ہو جائے گا اور ولی دم پر اس کو قصاص سے معاف کر دینا واجب ہے ورنہ حاکم شرع پر اولیاء دم کی مرضی کے بغیر اس قصاص کو دیت میں تبدیل کرنا واجب ہے۔

ب)سوال غلط ہے کہ جانی کی جگہ اولیاء دم ہونا چاہیے اس صورت میں اولیاء دم کوحق حاصل ہے کہ وہ قصاص کو دیت میں تبدیل کردیں ورنہ مطابق جواب (الف)حکم مذکور انجام پائے ۔

ج)دیت کی ادائیگی جانی کے ذمّے ہے۔

سوال۱۹)

مندرجہ ذیل موارد میں کہ زخم، جرح وقتل عمدی یا غیر عمدی ایک شخص کے ذریعے وقوع میں آتا ہے کیا قصاص طرف وقصاص نفس میں اور عضو کی دیت کو دیت نفس میں تداخل کریں گے؟

الف)جرح وقتل ایک ضربت سے انجام دیئے جائیں۔

ب)جرح وقتل دو ضربت یا بیشتر سے انجام پائیں (اس فرض میں ممکن ہے کہ ضربات متعدد الگ الگ زمانوں میں یاپئے در پئے انجام پائیں)

جواب)

الف)اس صورت میں اولیاء دم کی درخواست کے مطابق قصاص یا دیت انجام پائیں گے۔

ب)اس صورت میں قتل سے پہلے کے ضربتیں طرف کے قصاص یادیت کا سبب ہیں لیکن آخری ضربت کہ جس سے قتل ہو گیا ہے موجب قصاص نفس ہےیا اولیاء دم کی رضایت کی صورت میں نفس کی دیت میں تبدیل ہو جائے گا ۔

سوال۲۰)

خاص طور پر قصاص عضو یا قصاص نفس کی مکمل کیفیت کے بارے میں فرمائیے:

الف)اس حق کا اجراء خودیت کا متقاضی اور طلبگار ہے ۔ یا کسی عذر کے بغیر اس کو تاخیرمیں ڈالا جا سکتا ہے ؟

ب)مذکورہ بالا فرض کو دھیان میں رکھتے ہوئے اگر چند افراد کسی جرم اور جنایت کے ارتکاب میں مساوی طور پر شریک ہوں تو کیا ولی دم یا مجنی علیہ بعض کے سلسلے میں قصاص یا عفو یا مصالحت کا فوری اقدام کر سکتے ہیں اور بعض کے سلسلے میں وہ کیا کریں گے اس کو آئندہ پر ٹال سکتےہیں؟

جواب)

الف)چونکہ حق مذکورہ کا اجراء مجنی علیہ کا حق ہے اور وہ مختار ہے کہ اگر چاہے تو اصل قصاص کو بھی معاف کرسکتا ہے اس بنا پر فوریت یا تاخیر قصاص خود اس کے اختیار میں ہے

ب)مذکورہ بالا فرض میں ولی دم یا مجنی علیہ جنایت میں بعض شرکت کرنے والوں کی بنسبت ہر گز حق قصاص نہیں رکھتے خواہ ارتکاب جنایت میں ان کی مشارکت مساوی ہو یا نہ؛ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی جنایت میں مستقل نہیں ہے اس وجہ سے قصاص، دیت میں تبدیل ہو جائے گا اور ارتکاب جنایت میں مشارکت عدم مساوت صرف مجنی علیہ کی دیت میں عدم مساوات کا موجب ہے اور ولی دم کو کسی طرح جانیوں کی بنسبت قصاص اور ہم مثل انجام دینے کا حق نہیں ہے کیونکہ مساوات در کار نہیں ہے اور چونکہ فرض مسئلہ کی روسے چند افراد ایک جنایت میں شریک رہے ہیں اس وجہ سے یہ قصاص دیت یا عفو میں تبدیل ہو جائے گا اور اس دیت کےمختلف حصوں میں جو جانیوں سے متعلق ہے تقدیم وتاخیر میں ولی دم یا مجنی علیہ کا اختیار محفوظ ہے جیسا کہ گزر چکا کہ یہ خود مجنی علیہ کا حق ہے

دوسری فصل

دیات

سوال۲۱)

الف)کیادیت وہی خسارہ اور نقصان ہے یا جانی مجنی علیہ کو دیت دینے کے علاوہ اس پر ہو تمام نقصانات اور علاج کے سارے اخراجات کو ادا کرنا چاہیے؟

ب)جہاں پر دیت، نقصان یا خسارہ سے زیادہ یا مساوی یا کم تر ہو تو کیا حکم ہے ؟

ج)اگر مذکورہ بالا موارد میں جواب منفی ہے کیا حکومت دیت سے زائد نقصان کی تلافی کے لئے ایسا قانون وضع کرسکتی ہے جوجانی کو اس کی ادائیگی میں اس کا پابند بنائے ؟

د)کیا تمام خسارتوں کے درمیان، جیسے اخراجات علاج کا خسارہ یا ازکار افتادگی (جیسے خطاط کے ہاتھ کا ہمیشہ کے لئے بیکار ہو جانا)کوئی فرق ہے؟

جواب)

الف)اعتداء بالمثل کے باب سے مجنی علیہ کو ہونے والے تمام نقصانات کی ادائیگی اخراجات علاج کے علاوہ جانی کے ذمّے ہے؛ کیونکہ یہ اخراجات جنایت کا نتیجہ ہیں یہاں تک کہ اگر عضو کا دوبارہ جوڑنا ممکن ہو تو اس کے اخراجات جانی برداشت کرے گا ۔

ب)تینوں صورتوں میں دیت اور تمام نقصانات واخراجات مذکورہ دلیل کی رو سے جانی کے ذمّے ہیں مگر اس صورت میں کہ مجنی علیہ کا عضواپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے کہ یہاں پر صرف اسی کے اخرجات جانی برداشت کرے گا کیونکہ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آیاہےاور درد قطع عضو کے علاوہ کوئی دیت نہیں ہے اور یہ بھی جنایت عمدی میں ہے اور یہاں پر اس صورت میں قصاص کرسکتا ہے کہ جانی کا عضو بریدہ قابل اعادہ ہو ۔

سوال۲۲)

اگر ایسی ضربت کی وجہ سے جو دیت کی موجب ہے، ایک ہڈی (جیسے پنڈلی کی ہڈی)کئی جگہ سے ٹوٹ جائے تو ایسے میں کیا حکم ہے بیان فرمائیے:

الف)کیا ہر شکستگی (ٹوٹ)جدا گانہ طور پرموجب دیت ہے یا سب کے لئے ایک دیت کافی ہے ؟

ب)اس فرض میں کئی جگہ سے ٹوٹ پھوٹ ایک ضربت سے ہو یا متعدد ضربت سے اس میں کوئی فرق ہے؟

ج)اگر ایسی ضربت کے زیر اثر جو دیت کی موجب ہے، ہڈی کے ٹوٹنے کے علاوہ وہی ہڈی اپنی جگہ سے جداہو جائے تو ایسی صورت میں ہڈی کے جدا ہونے کے لئے ہڈی ٹوٹنے کی دیت ادا کی جائے یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا حکم ہے؟

جواب)

اعتدا بالمثل (تجاوز بالمثل)کی رو سے ہر شکستگی اپنے اندازہ کے مطابق جدا گانہ دیت کی حامل ہے اور چونکہ محل شکستگی کی اہمیت کی نسبت سارے عضو کے ساتھ موضوعات کا جز ہے، اس کے اجزاءکے استعمال کی اہمیت کی رو سے کل عضو کی دیت تمام اجزاء پر تقسیم ہو گی اور نتیجے کے طور پر ہر شکستگی کے لئے کامل دیت کاایک حصہ جداگانہ طور پر،ملحوظ رکھا جائے گا ۔

ب)نہیں، ایک ضربت یا متعدد ضربتوں کی وجہ سے اگر کئی جگہ سے ہڈی ٹوٹ گئی ہے تو اس صورت میں دیت کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں ہے اور اگر چند ضربات میں ایک جگہ سے ٹوٹی ہے تو اسی ایک جگہ کی دیت لازم ہے، لیکن اگر ایک ضربت سے ہڈی کئی جگہ سے ٹوٹ گئی ہے تو کئی جگہ کے اعتبار سے ٹوٹنے کی دیت دینی ہو گی اس رخ سے سوال (ج)کا جواب بھی معلوم ہوجاتا ہے اور ہر صورت میں ایک پیر ایک گھر کی طرح ہے کہ اس گھر کا جتنا حصہ تخریب ہو گا اسی کے بقدراس کی تلافی ہو گی

سوال ۲۳)

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے دیت کے باب میں وارد بعض روایات کی روشنی سے بعض زخموں کا اچھا ہونا یا ٹوٹے ہوئے اعضاء (جیسے ان اعضاء کی ہڈی کا ٹوٹنا جنکی دیت معین ہے یا ہونٹوں کا پھٹ جانا)مقدار دیت میں تبدیلی کا باعث ہے ۔اس بات کے پیش نظر کہ آج علم طبابت میں روز افزوں ترقی کےباعث بہت سارے زخموں اور ٹوٹے ہوئے اعضاء کا علاج ممکن ہے ایسے میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)کیا فقہ میں غیر تصریح شدہ موارد میں مقدار دیت میں علاج کی تاثیر بھی سرایت کر سکتی ہے ؟

ب)عضو بریدہ کا پیوند واتصال دیت کی مقدار میں مؤثر ہے یا نہیں ؟اس صورت میں کہ کسی شخص کی انگشت یا ہاتھ جنایت کی وجہ سے قطع ہوجائے اگر وقت سے اقدام ہو تو عضو بریدہ کو پیوند دیا جاسکتا ہے ؟

جواب)

ہرصورت میں جو شخص عمداً یا سہواً کسی شخص پرکوئی نقص وارد کرے اس کی دیت نقص کی تلافی ہے ،اگرچہ یہ نقص جراحی اورآپریشن کی وجہ سے بر طرف ہو جائے اور عضو بریدہ کا پیوند دیت کی مقدار میں کوئی تاثیر نہیں رکھتا۔اس شخص کے مانند جو کسی دوسرے شخص کا مال برباد کردے لیکن دوسرے طریقے سے اس کی تلافی ہو جائے کہ یہ تلافی اس مال کی تلافی میں جو قرض دار کے ذمہ ہے کوئی کمی نہیں لاتی۔

سوال۲۴)

الف)جن موارد میں شارع مقدس کے حکم کے مطابق زخم کا اچھا ہونا یا عضو کا نقص ہونا دیت کی مقدار کو تبدیل کر دیتا ہے ایسی صورت میں علاج کےاخرجات کا ذمہ دار جانی ہے یا مجنی علیہ ہے؟

ب)چنانچہ مجنی علیہ کے ذمّے ہو لیکن جن موارد میں علاج و معالجہ کے اخرجات دیت کی مقدار سے زیادہ ہوں تو کیا اس صورت میں مقدار دیت سے زیادہ خسارہ کی تلافی کے لئے کوئی راہ ہے یا نہیں ؟

ج)جن موارد میں کہ دیت کامل ہے جیسے ریڑھ کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں ہوں تو فقہا کے فتاویٰ کے مطابق اگر اس شکستگی کا علاج اس طرح ہو کہ جنایت کا کوئی نام نشان نہ رہ جائے تو جانی سو دینار اداکرے ، اس طرح کے موارد میں فعلیت علاج واصلاح معیار ہے یا اس کی قابلیت معیار ہے؟اس معنی میں کہ اگر فعلیت معیار ہو تو ابتداء سے کامل دیت جانی کے ذمے ہے اورجانی کی ذمہ داری ہے کہ تمام دیت ادا کرے۔کہ اصلاح اور اچھے ہونے کے بعد ۹۰ دینار اس کو لوٹا دئیے جائیں گے ۔یامنتظر رہے کہ علاج کے بعد مقررہ دیت (۱۰۰ دینار)ادا کرے (اگرچہ اس کا ذمہ کل دیت ادا کرنا ہے)لیکن اگر قابلیت علاج معیار ہو تو ابتداء سےہی جانی ۱۰۰ دینار دینے کا ذمہ دار ہے ۔

جواب)

علاج کے اخرجات جانی کے ذمہ ہیں لیکن مقدار دیت سے کم نہ ہو گا ۔جو صورت فرض کی گئی ہے اس میں مقدا ر دیت سے زیادہ مجنی علیہ کے ذمے ہے اور اگر ممکن ہو تو بیت المال سے اس کی ادائیگی ہوگی (ظاھراً آپ فرض شدہ بند کو قبول نہیں کرتے کہ ریڑھ کی ہڈیوں کی شکستگی پر دیت کامل ہے)

اصولی طور مواردِ قتل کے علاوہ میں دیت کامل نہیں ہے بلکہ دیت کامل، اعضاء کے درمیان عادلانہ طور پر تقسیم ہو تی ہے کیا قابل قبول ہے کہ کوئی اصلی عضو کی قیمت انسان کی کل دیت کےبرابر ہو اور اس کی تشخیص بھی متدین اور دیندار ڈاکٹروں کی کمیٹی کرےجودقت نظر اورمصالحت کے ساتھ موضوع حکم کو معّین کریں ، خلاصہ کلام صرف جانی عضو کی قیمت کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے خواہ اچھا یو یا نہ ہو اور فعلیت وقابلیت علاج وجوب علاج اور دیت نقص میں برابر ہے۔

سوال۲۵)

شارع مقدس کے دستور اور فرمان کے مطابق(زخموں یا ڈرائیور اکسیڈینٹ سے ہونے والے نقصانات جیسے)قتل اور جراحات شبہ عمد میں دیت کی ادائیگی کی مدت اور مہلت ۲برس ہے تو کیا جانی کے تنگ دست اور خالی ہاتھ ہونے کا تقاضا مقررہ مدت کے تمام ہونے سے پہلے قابل قبول ہے یا نہیں ؟

جواب)

۲برس کی مدّت نوعی ملاحظہ کے باب سے اس لئے دی گئی ہے کہ اس مدّت میں جانی خود کو دیت کی ادائیگی کے لئے آمادہ کرے اور دیت دینے کا اصلی وقت قتل یا شبہ جراحت غیر عمدی کے وقت سے ہے حتّی الامکان جلد سے جلد ایک دفعہ میں یا قسطوں میں ادا ہو اور کلی طور پر ناممکن ہونے کی صورت میں بیت المال مسلمین کے ذمے ہے ،خلاصہ کلام دیت ایسا قرض ہے جس کی ادائیگی فوری ہے کہ خمس کی طرح کبھی کچھ وجوہات کی بناپر اس میں تاخیر جائز ہے اورنص آیت ((**ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ**))نے دیت کو جرم کے بعد جانا ہے اور عذر شرعی کے بغیر اس میں تاخیر جائز نہیں ہےاور اس بنا پر ثابت ہونے کی صورت میں جانی کی تنگدستی کا تقاضا مطلقاً قابل قبو ل ہے اور تنگدست نہ ہونے کی صورت میں اس میں تاخیر قبول نہیں ہے ۔

سوال ۲٦)

اگر کوئی شخص قتل ہو جائےاور اس کی لاش صحرا، گھر یا باغ میں پڑی ملے اور قاتل اور مقتول میں سے کسی ایک کی بھی شناخت نہ ہو تو ایسی صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف) کیا دیت ہے ؟

ب)دیت ثابت ہونے کی صورت میں دیت کس کے ذمہ ہے اور اس کو کہاں صرف کیا جائے گا ؟

جواب)

دیت کلی طور پر ایسے مسلمان کے لئے واجب ہے جس کا خون مباح ہو البتہ وارث موجود ہونےکی صورت میں کیونکہ(مسلمان کا خون رائیگاں نہیں ہوتا)یہ ایک قطعی سنت ہے لیکن اگر کوئی وارث موجود نہ ہو تو دیت کے علاوہ کوئی مال ہونے کی صورت میں اس کا وارث امام مسلمین ہے لیکن فرض شدہ صورت میں دیت کو بیت المال سے ادا ہونا چاہیے کوئی دیت نہیں ہے کیونکہ دیت بیت المال سے دی جائے گی اور اس صورت میں دیت کا لینا اور دینا بیت المال سے ((تحصیل حاصل)) ہے

سوال۲۷)

ان چھوٹےبچوں اور دیوانوں کے بارے میں جو مورد ضرب وجرح یا توہین قرار پائے ہیں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف) ان کے اولیاء کو جنکے وہ ولی ہیں ان کی مصلحت کا لحاظ کرتے ہوئے معاف کرنے کا حق ہے یا نہیں ؟

ب)جن کے وہ ولی ہیں ان کی مصلحت کی رعایت میں کیا معیار ہے (کیاعدم ضرر کافی ہے یا نفع صغیر کا بھی لحاظ کرنا ضروری ہے ؟

جواب)

عفو گذشت کا حق مفروضہ مسئلہ میں اول اس صورت میں ہے کہ خود مجنون اور صغیر فقیر نہ ہوں اور دوسرے یہ کہ اس عفو و در گذر میں رجحان یا وجوب کا پہلو ہو کیونکہ فمن عفی واصلح

فاجرہ علی اللہ (۴۰،٦۲)اور چنانچہ شخص مکلف ضروری حاجت نہ ہونے کی صورت اور

بالخصوص بخشش کے سلسے میں اس کی اصلاح کرنے پر مامور ہے یہ خود غیطہ ومصلحت کے حکم میں ہے اور مجنون اور صغیر کے بارے میں بھی یہی حکم ہے اگر خود بھی بالغ ہوتے تو خود ان کے لئے شائستہ تھا کہ ایسا ہی کرتے لیکن ان دونوں صورتوں کے علاوہ بالخصوص عدم اصلاح میں چہ جائیکہ افساد حق عفو بالکل نہیں ہے نہ بالغ افراد کے لئے اور نہ نابالغ افراد کی ولایت میں ان کے اولیاء کے لئے ؛ خلاصہ کلام غیطہ ومصلحت میں صرف ضرر کا نہ ہونا کافی نہیں ہے بلکہ کوئی نفع ہو کہ جانی کی اصلاح ہو ۔

سوال۲۸)

توبہ کے بارے میں فرمائیے :

الف)جن موارد میں توبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے کیا مجرم کی طرف سے سقوط حد کے لئے توبہ پر دلالت کرنے والے الفاظ کافی ہیں یا اس سے توبہ پر دلالت کرنے والا کوئی عمل سر زد ہو، یہ ضروری ہے؟

ب)جن موارد میں کہ توبہ اقامہ بیّنہ سے پہلے حد کو ساقط کر دیتی ہے کیا بینہ سے پہلے کافی ہے یا حاکم کے نزدیک بینہ سے پہلے توبہ کا اظہار ضروری ہے؟

ج)حد کو ساقط کرنے میں توبہ کا احراز کرناضروری ہے یا توبہ کا شبہ ہونے کی صورت میں حاکم شرعبھی اس قاعدہ((**الحدود تدرء بالشبهات**))سے تمسک کرتے ہوئے چاہے تو جاری نہ کرے ؟

جواب)

اس صورت میں کہ لفظی اظہارمورد تہمت نہ ہو اور خوف کی حالت میں توبہ کا اظہار نہ ہوا ہو تو یہ توبہ قابل قبول ہے کیونکہ مسلمان کا قول وفعل اسلامی قاعدہ کی رو سے صحت پر دلالت کرتا ہے یعنی صحیح ہے لیکن حاکم کے نزدیک اس توبہ لفظی کی دو شاہد عادل کا گواہی دینا واجب ہے لیکن اگر جانی گرفتار ہو جائے اور حاکم کے نزدیک کہے کہ میں نے گرفتاری سے پہلے توبہ کرلی تھی تو یہ دعویٰ شاہد کے بغیر قابل قبول نہیں ہے اور اس کی بات گرفتاری کے بعد پہلے توبہ کرنے کے سلسلے میں قابل قبول نہ ہو گی کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ خوف کی وجہ سے ایسا کہہ رہا ہے۔

البتہ اس آیت ((الا الذین تالو امن قبل ان تقدرو علیهم))کی رو سے کافی ہے کیوں کہ یہ آیت بینہ

سے پہلے توبہ کے بارے میں نص ہے اور بینہ کے بعد توبہ کرے تو خلاف آیت ہے اور اس سے یہی سمجھا جائےگا کہ اس نے حد کے خوف سے توبہ کی ہے ۔

توبہ کا یقین کرنا ضروری ہے اور توبہ کا شبہ عدم توبہ کی مانند اس آیت کی نص کے مطابق قطعی طور پر مردود ہے اورمسقط حد نہیں ہے اور یہ حد کسی شبھہ کی بنا پر نہیں ہے کیونکہ مفروضہ مسئلہ میں حد، بینہ کے ذریعے ثابت ہوئی ہے اور مورد شبھہ نہیں ہے اور توبہ مذکور چونکہ محرز اور یقینی نہیں ہے اس لئے حد کو ساقط نہیں کرتا؛ کیونکہ نص کے مطابق یہ آیت صرف وہ تو بہ حد کو ساقط کرتی ہے جو گر فتاری عمل میں آنے سے پہلے ثابت ہو ۔

سوال۲۹)

اگر مقتول بھائی گمراہ فرقہ کا ایک ماننے والا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

الف) دیت ہے یا نہیں ہے ؟

ب) جواب مثبت ہونے کی صورت میں اس کی دیت کتنی ہے؟

جواب)

اول توبہ کہ اصولی طور جو افراد مہدور الدم نہ ہو ں یعنی جن کا خون مباح نہ ہو ان کی ارزش اور قدرو قیمت اسلام میں ثابت ہے یہاں تک کہ اگر کوئی حیوان بھی جواز شرعی کے بغیر قتل کر دیا جائے تو اس کی بھی دیت ہے، چہ جائیکہ بھائی اور ایک انسان،اگر ارتداد یابہائیت کی توسیع کےلئے گمراہ کن تبلیغات کی وجہ سے مہدور الدم نہ ہو تو اول یہ ہے کہ اس کا قتل کرنا جائز نہیں ہے ۔

دوسرا یہ کہ بلاسبب قتل کرنے کی وجہ سے دیت کی ادائیگی جانی پر واجب ولازم ہے ، اگر مرد ہو تو سو مثقال سونا اور اگر عورت ہو تو اس طرحسے ہے کہ اس کی دیت صرف جسم کی دیت ہے نہ روح کی کیونکہ ان کی روحوں کی قدروقیمت نہیں ہے ۔

سوال۳۰)

چنانچہ مقتول کے ورثہ صغیر ہوں تو اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)کیا ہمیشہ اولیاءصغیر کا صغیر کی طرف سےدیت لینا ، صغیر کے لئے زیادہ مصلحت کا حامل ہے یا یہ کہ مورد کے مطابق جانی کو عفو کر سکتا ہے یا اس سے قصاص کا مطالبہ کر سکتا ہے ؟

ب)کیا اس بارے میں ولی کے محدود اختیارات اور اس کے سرپرست کے درمیان کوئی فرق ہے؟

جواب)

صغیرپر ولادت اس کی کم سنی کی وجہ سے ہے اس حالت صغیر قصاص یا دیت کا اختیار نہیں رکھتا ۔اس لئے صغیر کے بڑا ہونےتک صبر کرنا چاہیے ، مگر یہ کہ ولادت اور قطعی قرائن سے

معلوم ہو کہ دونوں موارد میں صغیر کی مرضی وہی ہے کہ اگر بڑا ہوتا تو اس کی یہی مرضی ہوتی ، لیکن اس حالت میں بھی اگر ولی نے اپنے علم سے عفو کردیا ہے یا قصاص کے بدلے دیت لے لی ہے اور بڑا ہونے کے بعد وارث نے قصاص کا مطالبہ کردیا ہے تو قصاص ہونا چاہیے، اور دیت قبول کرنے کی صورت میں اگر تمام دیت کا مطالبہ کردیا ہے تو تمام دیت کی ادائیگی لازم ہو گی اور اگر ولی نے اپنے علم سے قصاص لیا لیکن صغیر نے بڑے ہونے کے بعد قصاص سے صرف نظر کیا تو ولی پر اس کی خواہش کا احترام کرنا لازم ہے کیونکہ وہی وارث ہے ۔

سوال۳۱)

الف)دیت میں سختی قتل عمد سے مخصوص ہے یا قتل شبہ عمد اور خطائے محض کو بھی شامل ہے؟

ب)مذکورہ حکم مسلمانوں سے مخصوص ہے یا اہل کتاب کو بھی شامل ہے؟

ج)کیا قاتل کا حکم یا موضوع سے نا واقف ہونا دیت کے اضافہ میں کوئی تاثیر رکھتا ہے؟

جواب)

اصولی طور پر مکان یا زمان کی پاکیزگی کے پیش نظر دیت میں تغلیظ بے مورد ہے اور اطلاقات وعمومات آیات دیت نص ظہور کی مانند رکھتی ہیں کہ دیات کے حوالے سے تمام مکان وزمان مساوی ہیں چنانچہ شخصیات بھی مقدار دیت میں مساوی ہیں زمان ومکان اور شخصیات کی پاکیزگی سے دیت کی کمی اور زیادتی میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

سوال۳۲)

اس جراحت کے بارے میں جو کسی عضو کے مفلوج ہونے کا سبب ہوں اورعلاج و معالجہ کے ذریعے اس عضو کو مفلوج ہونے سے بچایا جا سکتاہے تو اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف) کیا مجروع شخص پر اپنا علاج کرانا واجب ہے؟

ب)علاج ومعالجہ کی صورت میں کیا دیت کی مقدار سے اضافی اخراجات جانی سے لئے جا سکتے ہیں ؟

جواب)

الف)نہ صرف یہ کہ مجروع پر واجب ہے کہ وہ اپنے زخم کا علاج کرائے بلکہ زخم لگانے والے پر بھی تنہا یا اس کی ھماھنگی سے زخم کا علاج کرانا واجب ہے اوراگر ان کے لئے ممکن نہ ہو تو دوسرے مسلمانوں پر اس کا علاج کرانا واجب ہے اس علاج ومعالجہ کی مثال ((**لا تلقو بایدیکم الی التهلکه**))کی بنیاد اور معیار پر ہے کہ خود اپنے آپ کو یا دوسروں کو ہلاکت میں ڈالناحرام ہے،

ہم خود کا اور دوسروں کا استنباط ((**لاتلقو ا**))کے مفعول کے محذوف ہونے سے استنباط کرتے ہیں

نہ صرف خود کو بلکہ دوسروں کو بھی ہلاکت میں نہ ڈالو ،اپنی یا دوسروں کی ہلاکت کا موجب ہو یا اگر خود یا دوسروں کو کوئی نقصان پہونچے اور اس کی ممکن ہو اس کے تیئں لا پروہ ہو ،اس منبیٰ کے تحت کہ انسان خود یا دوسروں کو ہلاکت میں نہ ڈالے اگر مجروح ہو تو لا پرواہی نہیں برتنی چاہیے اور بصورت امکان (بالترتیب) اس مثلث میں اس کا علاج ہونا چاہیے۔

ب)ہر طرح کے زخم کی دیت مجروح کرنے والے پر ہے اور یہ زخم یا قابل علاج ہے یاقابل علاج نہیں ہے ،پہلی صورت میں علاج کے سارے اخراجات زخم لگانے والا برداشت کرے گا اگرچہ دیت سے زیدہ ہوں کیونکہ زخم کی دیت جراحت کی تلافی کا دوسرا پہلو ہے اور اس کے بعدمجروح کا علاج ہے ،اور دوسری صورت میں اگر قابل علاج نہ ہو تو معین ومقرر دیت کی ادائیگی لازم ہے اور ((**فاعتدو علیه بمثل ماعتدیٰ علیکم**))کے منبیٰ کے تحت اگر جراحت عمدی ہو تو اس کی تلافی اسی جیسا زخم لگانے سے ہوگی اور اگر عمدی نہیں ہے اور قابل علاج بھی نہیں ہے تو دیت ادا کرنی چاہیے اورقابل علاج ہونے کی صورت میں اس زخم کے علاج میں جو اضافی پیسہ لگایاہے دیت کے علاوہ وہ اضافی رقم زخم لگانے والا برداشت کرے گا۔ ہرصورت میں بقدر امکان اس زخم کا علاج ہوناچاہیے ،خواہ مجنی علیہ یا جانی یا دوسرے مؤمنین یا بیت المال کے ذریعے ہو۔

اگرچہ اس حتمیت کے مراتب ہیں اور اس خسارہ کی تلافی مجرم کے امکان میں ہو تو بقدر استطاعت جانی پر اس کی تلافی واجب تعیینی ہے ۔

سوال۳۳)

دیت کی ماهیت وحقیقت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف) کیا شارع مقدس کی طرف سے دیت کی ادائیگی سزا کے عنوان سے ہے یا دیت ایک طرح کاخسارہ سمجھا گیا ہے؟

ب)کیا جنایت کا عمدی، شبہ عمدی یا خطاء محض ہونا مذکورہ بالا سوال کے جواب میں تاثیر رکھتا ہے؟

جواب)

الف)شارع مقدس کی جانب سے دیت کی ادائیگی ہرگز سزا کے عنوان سے نہیں ہے بلکہ مالی خسارہ کے عنوان سے ہےکیونکہ جرم عمدی کے اجزاء اس صورت میں دیت میں تبدیل ہوتے ہیں کہ مجنی علیہ یا صاحب دم (خون)جانی کو معاف کر دے کہ اس صورت میں کہ کوئی بدی بھی درکار نہیں ہو گی اور ((**جزاء سیئۃ مثلها**)) اس کو شامل نہیں ہے۔

ب)تینوں (جنایت عمدی ، شبہ عمدیا خطاء محض) صورتوں میں صرف پہلے مورد میں اگر جانی کو معاف نہ کیا جائے تو دیت بھی نہیں ہے بلکہ اعتدیٰ بالمثل کی رو سے صرف مجنیٰ علیہ کے عضو کا جس قدر نقصان ہوا ہے اسی کے بقدر جانی کے عضو مماثل سے اس کی تلافی ہونی چاہیے اور اگر قتل ہوا ہے تو جانی کا قتل کیا جائے گا اور اگر جنایت کی تلافی (بشرط عفو) دیت

میں تبدیل ہو جائے گی تو یہ دیت بھی شبہ عمد اور خطاء محض جیسے موارد کی طرح صرف ناقص عضو کے عنوان سے ہے کیونکہ مجنی علیہ یا صاحب دم کی عفو کی صورت میں (وارث) جانی خدا کی طرف سے بھی معاف کر دیا جاتا ہے اور دیت صرف خسارہ کی تلافی ہے ۔

سوال۳۴)

اس بات کےپیش نظر فتوائے مشہور کے مطابق اہل کتاب (کافر ذمی) کی دیت آٹھ درہم ہے کیا مجوسی اقلیت بھی اس حکم کے تحت آتی ہے ؟

جواب)

چونکہ مجوسیوں کو قرآن کی تعبیر میں صابئی کہا گیا ہے اور متعدد آیتوں میں ان کو اھل توحید اور اھل کتاب کی ردیف میں شمار کیا گیا ہے جیسے ((**ان الذین آمنو والذین آمنو والذین هادو والنصارىٰ والصابئین**))یا((**والصابئین والنصارىٰ من آمن بالله والیوم الاخر فلهم اجرهم ولا خوف علیهم ولاهم یخزنون**))ہم مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں ملاحظہ کرتے ہیں کہ چار گروہ کے مؤمنین اور صالحین شمول رحمت پروردگار ہیں پہلی آیت میں صائبین، نصارىٰ کے بعد ہیں اور دوسری آیت میں نصاریٰ سے پہلے ان کا ذکر آیا ہے بنا بر این ان کا احترام بھی یکساں ہے مگر یہ کہ رعایت تقویٰ کے لحاظ سے ان کے ایمان اور عمل میں فرق ہو وہ اور بات ہے کیونکہ ((**ان اکرمکم عندالله اتقاکم**))لہذا کلی طور پرمؤمن وصالح موحد عدم تقصیر کی صورت میں ۔مسلمان نہ ہونے کے بارے میں ۔ماجور ہیں اور تقصیر کی صورت میں بھی ۔ اگر معاند نہ ہوں اور دشمنی و عناد نہ رکھتے ہوں تو ایک حد تک ماجور ہوں گے اور اگر ان میں سے کوئی اھل عناد ہو تو مذکورہ چار گروہوں سے خارج ہے کیونکہ ان میں ایمان اور عمل صالح نہیں پایا جاتااور کسی طرح سے کسی دیت کا حقدار نہیں ہے۔

سوال۳۵)

اگر کسی شخص کے طبیعی یا مصنوعی دانت کو عمداً یا سہواً صدمہ پہونچنے کی وجہ سے ٹوٹ جائیں چنانچہ دانتوں کا ٹوٹ جانا چہرے کی خوبصورتی یا اس کی گفتگو کے انداز میں منفی اثرات کا حامل ہو تو آپ کیا فرماتے ہیں:

کیا مجنی علیہ مورد کے مطابق قصاص کے علاوہ دیت یا خسارہ چہر ے کی خوبصورتی یا انداز گفتگو میں خلل ہونے کی وجہ ارزش سالم اور غیر سالم کے درمیان فرق کو لے سکتاہے ؟

جواب)

مفروضہ مسئلہ میں اگر قصاص کامل طور پر اعتداء بالمثل ہو یعنی قصاص کے عنوان سے جانی کو بھی اس طرح کی تکلیف پہونچا کر دانتوں کو توڑنے کے علاوہ اس کے چہرے کی خوبصورتی بھی ختم کر دی جائے اور جانی کی گفتگو کا لحن بھی بدل جائے تو ایسی صورت میں ارزش لینا

جائز نہیں ہے البتہ اگر مذکورہ قصاص کے علاوہ دو جہتوں میں کوئی ایک جہت یا دونوں کی تلافی نہ ہو تو طبیعی طور پر اعتداء بالمثل کی بنیاد پر اسکی تلافی ارزش کے ذریعے ہوگی ۔ اس کے مانند کہ جانی خوبصورت بھی نہیں ہے اور لکنت زبان بھی رکھتا ہے اور قصاص سے اسکی بد صورتی اورلکنت زبان میں کچھ اضافہ ہونے والانہیں ہے تو اس صورت میں مجنی علیہ کو ارش لینے کا پورا حق حاصل ہے۔

تیسری فصل

حدود

سوال٣٦)

الف)حد سر قت یعنی چوری کی حد جاری کرنے کے بعد کٹا ہوا عضو کس کی ملکیت ہے :ملک حکومت کی ملکیت ہے کہ حد جاری کرنے والی ہے یا شخص محدود یعنی جس پر حد جاری ہوئی ہے اس کی ملکیت ہے؟

ب)عضو بریدہ کا آپریشن کے ذریعے محدود شخص کو پیوند لگانا یا دوسروں کو پیوند لگانے کے لئے اس کا فروخت کرنا کیا حکم رکھتا ہے ؟

جواب)

عضو بریدہ قطع وبرید سے پہلے کی طرح چور کی ملکیت ہے کہ بصورت امکان اس کو اپنے ہاتھ کو پیوند کرنا چاہیے یا اہم مالی صورت میں اس کو فروخت بھی کر سکتاہے کیونکہ عمومی قاعدہ (**الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً**)کی رو سےکم سے کم ہر انسان کے اعضاء واموال خود اس کی ملکیت ہیں اگرچہ حق تصرف حدود شرعی میں محدود ہے ۔

قطعی طور پر مصلحت کی صورت میں جائز یا واجب ہے اپنے اعضاے اور اموال میں تصرف صالحانہ کرے اور آیت ((**جزاء بما کسبا نکالاًمن اللہ**))صرف جزاء اور نکال کے اول رخ کو شامل ہے جو ہاتھ کٹنے کے ساتھ انجام کو پہونچتاہے ،اس اصل کی رو سے دست بریدہ کو خود مورد استفادہ قرار دے سکتا ہے یا دوسرے کو فروخت کر سکتاہے بلکہ واجب ہے کہ ایسا کرے لیکن اگر اس کا ہاتھ بعنوان قصاص کاٹاگیا ہے تو اس کا حکم مختلف ہےجس کا بیان آئندہ مسائل میں آئے گا

سوال٣٧)

جس شخص پر چوری کی حد جاری ہونا ہے کیا اپنے پیسے سے ڈاکٹر سے یہ درخواست کر سکتا ہے کی اس ہاتھ کو بے حس کر دے ؟

جواب)

جزاء بما کسبا نکالا من اللہکی روشنی میں حد سرقت تکلیف موضوعیت رکھتی ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہونی چاہیے ،جیسا کہ دیگر حدود میں بھی ایسا ہی ہے مگر ان حدود میں کہ جن میں مقصود صرف قتل ہے جیسے ارتداد اپنے شرائط کے ساتھ کہ اس میں مقصود صرف اور صرف دفع فساد اور افساد ہے۔ خلاصہ ہم دلیل کے تابع ہیں یہاں تک کہ ہم یہ ادراک کر لیں کہ سزا سے مقصود صرف حد ہی ہے یا یہ کہ تعذیب کوبھی دخل ہے ۔

سوال۳۸)اس بات کے پیش نظر کہ زناء محصفہ میں بینہ کے ساتھ اثبات جرم کے وقت مجرم کے گڑھے سے فرار ہونے کی صورت میں اس کو واپس لوٹا کر حکم کو نافذ کیا جا سکتا ہے لیکن اقرار کی صورت میں یہ کام نہیں کیا جاسکتا اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف) کیا حکم رجم کو قتل کی کسی قسم میں تبدیل کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

ب)جواب مثبت ہونے کی صورت میں ان مورد کے درمیان جن میں محکوم کے زندہ رہنے کا احتمال موجود نہیں ہے اور ان موار کے درمیان جن میں یہ احتمال ہو کوئی فرق ہے ؟

جواب)

حکم رجم کو ثبوت کی صورت میں ضرب کی کسی دوسری قسم میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا دوسری بات یہ ہےکہ رجم سنگ باران کے ذریعے قتل کے معنی میں نہیں ہے یہاں تک کہ سر وصورت یا ہر اس جگہ پر جو موجب قتل ہے، سنگ باری سے اجتناب کرنا چاہیے اور سنگباران کے واقعی صادق آنے تک سنگ باری کو جاری رکھنا چہ جائیکہ محکوم کو قتل کرنا ،حرام ہے اور اگرمحکوم صدق رجم سے پہلے فرار اختیار کر جائے تو اس کو رجم کے لئے لوٹایا جائے گا نہ کہ قتل کے لئے اور چناچہ رجم جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے اس کے برخلاف ہے ۔ اقرار سے ثابت ہو!کہ ہر گز ایسا نہیں ہے ۔اور اس کے اور شہادت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے !اور اگر محکوم رجم صادق آنے کے بعد فرار کر جائے تو اس کو واپس نہیں لوٹایا جائے گا کیونکہ اس پر حد جاری ہو چکی ہے سنت قطعیہ جسمیں رجم اپنے شرائط کے ساتھ وارد ہوا ہے اسی میں قتل کا نام ہرگز نہیں آیا ہے اور رجم بھی قتل سے اعم ہے اور ہر گز قتل کے قصد سے نہیں ہے جیسے حملہ آور کے مقابلے میں دفاع کہ مقصد اس کا قتل کرنا نہیں ہے مگر یہ کہ قتل کا ارادہ نہ ہو مگر قتل پر تمام ہو جائے۔

سوال۳۹)

الف) کوڈ دی ہوئی خفیہ اطلاعات کی چوری کا خواہ وہ ذاتی کمپیوٹر سے ہو یا کمپیوٹری چائنلوں سے ہو اور ان کے رمز کو کشف کرنے اور جاننے کا کیا حکم ہے ؟

ب)مرکزی الیکٹرانک تکنیک سے آشنا افراد سے موبائل نمبروں کی چوری اور قانونی نمبر فروخت کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب)

سرقت مالی،حقوقی یا حقیقی اگر حد نصاب(۴\۱دینار کہ ربع مثقال ہے)کو پہونچ جائے اور شاہد عادل موجود ہونے کی صورت میں حد سرقت ہے اور سری اطلاعات اگر مالی ارزش نہ رکھتی ہوں تو تعزیر کا مورد ہے۔

خلاصہ سرقت مالی یہاں تک کہ انسان کی سرقت پر بھی حد ہے اور غیر مالی سرقت میں تأدیب و تعزیر ہے اور اگر دین کی رو سے کسی مال کی سرقت شہادت شرعی سے ثابت نہ ہو اور صرف اس کا علم اور قطع حاصل ہو تو کوئی حد نہیں ہے اورصرف مال واپس ہو گا ۔

اگر سری اطلاعات جیسے موبائل کے نمبر مالیت رکھتے ہوناگر ان کی قیمت ۱/۴ دینار خالص سونا ہو تو شہادت شرعیہ سے مورد حد ہے ورنہ صرف مالی خسارہ کی تلافی ہو گی ۔

سوال ۴۰)

الف)ایک شخص اجراء حد یا قصاص اطراف (اعضاء)میں اپناایک عضو گنواں بیٹھا ہے اس شخص کے علاج ومعالجہ کے اخراجات محکوم علیہ خود برداشت کرے گا یا بیت المال کے ذمہ ہوں گے ؟

ب)اگر بیت المال اس کے علاج کا متحمل ہو تو معالجات ابتدائی کے حکم سے مخصوص ہے یا بعد کے معالجات کو بھی شامل ہے ؟

ج) کیا مذکورہ حکم میں غنی یا فقیر کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں ؟

د)حد یا قصاص کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں ؟

جواب)

آیت((**فاعتدو علیه بمثل ماعتدیٰ علیکم**))کے بموجب جنایت کے علاج یا بہبود کا خسارہ جانی

کے اوپر ہے اور یہ معالجا ت ابتدائی اور بعدکے معالجات دونوں کو شامل ہےکیونکہ یہ خود ایسا خسارہ ہے جو جانی کی طرف سے مجنی علیہ پر وارد ہوا ہے اور اگر جانی استطاعت مالی نہ رکھتا ہو تو پوراخسارہ بیت المال برداشت کرے گا اور غنی اور فقیر کے درمیان صرف مذکورہ بالا خسارہ کی ادائیگی کے امکان اور عدم امکان میں فرق ہے لیکن اگرفقیر کچھ پرداخت کر سکتا ہے تو واجب ہے کہ اس مقدار کی ادائیگی کرے اور بقیہ بیت المال کے ذمے ہے۔ حد اور قصاص کے درمیان تفاوت عموم وخصوص من وجہ ہے قتل عمد میں قصاص وحد دونوں جمع ہیں اور قتل، زنا ،لواط،چوری اور اس کے مانند میں حد کا حکم ہے نہ کہ قصاص اور بالعکس میں قتل وجرح اطراف میں حکم قصاص ہے نہ کہ حد

سوال ۴۱)

اگر چور اس کی طرف سے کہ جسکی اس نے چیز چرائی ہے،معاف کر دیا جائے تو کیا حاکم شرع کچھ مصالح کے پیش نظر اس پر حد جاری کر سکتا ہے ؟

جواب)

اگر حد جاری نہ ہونے کی وجہ سے چور کو جرات ملے اور اس کی ہمت بڑھے اور چوری بند کرنے کے بجائے دوسروں کی چیزیں چرائے اور اس کی چوری میں اضافہ ہو تو اس کا عفو کرنا حرام ہے اور حاکم شرع صاحب مال کے عفو کو نظر انداز کرتے ہوئے اس پر حد جاری کرے، لیکن اگر چور نے توبہ کر لی ہےاور اس کی اصلاح ہو گئی ہے تو اس صورت میں کہ حد اللہ کی جانب سے تأدیب وتعذیب ہے، بے محل ہے خصوصاً اس صورت میں جب توبہ گرفتاری یا امکان گرفتاری سے ثابت ہو جائے تو اس صورت میں حدبالکل ساقط ہے اور قرآن میں بھی ((**فمن عفی واصلح**))عفو کو صرف اصلاح جانی کی صورت میں لازم جانا ہے اور فساد برپا کر نے کی صورت میں اس کو معاف کرنا ظلم میں اس کی مدد کرنا ہے اور یہ حرام ہے ۔

سوال ۳۲)

وہ چوری جو حد کی موجب ہے اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں:

جس شخص کی چیز چوری ہوئی ہے اس کی شکایت کے بعد اور جرم ثابت ہونے سے پہلے جس شخص کی چیز چوری ہوئی ہے اس کی طرف سے چور کو معاف کرنے کا امکان ہے کہ اس پر حد جاری ہو یا نہیں ہے ؟

جواب)

مفروضہ مسئلہ میں حد جاری نہ ہونےکے بارے میں کوئی شک نہیں ہے اور ثابت ہونے سے پہلے مسروق منہ کی شکایت شارع کی نگاہ میں غیر معتبر ہے؛کیونکہ اگر اس نے حاکم کے سامنے ایسی چوری کا ادعاء کیا ہے اور دعویٰ کے اوپر دو شاہد عادل پیش کرنے میں قاصررہا ہے تو شاکی سے خود باز پرس ہو گی اور اس کی تأدیب ہو نی چاہیے ۔ اگر شکایت کے بموجب چوری شہادت سے ثابت ہو لیکن قبل اس کے کہ اس کو گرفتار کیا جائے اس کی توبہ قاضی کے لئے ثابت ہو جائے (اور چور کی توبہ گرفتاری سے پہلے یقیی ہو گئی) تو شکایت اور مذکور شہادت حد کی موجب نہیں ہے کیوں کہ قرآن کی یہ آیت ہے ((**الّا الذین تابو قبل ان تقدروا علیهم فاعلموا ان الله غفور رحیم**))مگر وہ لوگ جو امکان دستری سے پہلے توبہ کر لیں پس جا ن لو کہ یقیناً خدا بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے ۔دنیا میں بھی (مذکورہ شرائط سے) حد منتفی ہے اور آخرت میں بھی توبہ کرنے والا معذّب نہ ہو گا کیونکہ ((**غفور**))غفران میں مبالغہ ہے اور اس غفران وبخشش کا نتیجہ دنیا وآخرت میں گناہ کی بخشش ہے البتہ نا جائز مالی تصرفات اس سے مستثنیٰ ہیں کہ بصورت امکان لوٹانا واجب ہے ،مذکوررہ آیت خدا اور رسولوں سے جنگ کرنے والوں اور فساد برپا کرنے میں پیش پیش رہنے والوں کے بارے میں ہےچہ جائیکہ کسی نے خدا سے جنگ نہ کی ہو اور فسادبرپاکرنے میں پیش پیش نہ ہو بلکہ ایسی چوری کی ہے جو خدا سے

جنگ اور فساد برپا کرنے کا مصداق نہیں ہے کہ مشروط توبہ کی صورت میں اولویت کے ساتھ معاف ہے ۔

سوال۴۳)

جن موارد میں کہ شارع مقدس نے سزا دینے کے لئے کسی خاص روش یا اوزار کو مدنظر رکھا ہے ۔جیسے رجم یا شمشیر سے قتل ہے اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف) کیا مذکورہ روش یا اوزار موضوعیت رکھتاہے ؟ دوسرے الفاظ میں اس طرح کے موارد میں شارع کا مقصد قبض روح ہے چاہے مخصوص اوزار کے ذریعے ہو یا مخصوص روش اور معین اور منصوص اوزار سے قبض روح ضروری ہے؟

ب)موضوعیت رکھنے کی صورت میں چنانچہ اجراء رجم یا لواط جیسے گناہ کی سزا خاص شرائط میں منصوص طریقوں سے اسلام اور اسلام کے مقدس نظام کی مصلحت کے منافی ہو مثلاً اسلام اور مسلمانوں کی کمزوری کا باعث ہویا اس سے اسلام اور اسلامی نظام کا مکروہ اور سخت چہرہ سامنے آنے کا اندیشہ ہو تو کیا اصل حکم (قتل) کے نفاذ کے ضمن میں اس کے نفاذ کی روش اور طریقے کو تبدیل کیا جا سکتا ہے ؟

جواب)

اگر مقصود صرف جان نکالنا ہو تو پھر رجم یا تلوار سے قتل کر نا درست نہیں ہے مثلاً اگر کوئی شخص عمداً کسی دوسرے کا کسی وسیلے سے گلا گھونٹ دے ،اعتداء بالمثل کا تقاضا ہے کہ اس کاگلا بھی اسی طرح سے گھونٹ دیا جائے یا اگر ا سکو پھانسی پر لٹکایا جائے یا غرق کیا ہے یا کسی اور طرح سے مارا ہے اعتداءبالمثل کا تقاضا اسی وسیلہ سے ملتا جلتا وسیلہ ہے کہ اس کے ذریعے سے قتل کیا جائے کیونکہ اول تو یہ کہ عذاب یاقتل کا عبرت آمیز چہرہ کئی طرح کا ہے اور اگر دو قتل ہر رخ سے ایک دوسرے کے مثل ہونتو آپس میں اعتداء بالمثل کا تقاضا یہ ہےکہ بالکل اسی طرح سے قتل کیا جائے نہ اس کے مانند کسی اور طرح سے ،مثلاً اگر کسی نے کسی کو تلوار سےموت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو اس کا قصاص تلوار کے ذریعے قتل کرنا ہی ہے اور ضربت بھی اسی جگہ لگائی جائے گی جہاں مجنی علیہ کو ضربت لگی ہے اس اصل کی رو سے روش یا سزا دینے کا اوزار موضوعیت رکھتا ہے البتہ رجم مثالوں کے زمرے میں قرار پایا ہے شارع کی نظر سے قتل کے لئے کوئی مخصوص روش نہیں ہے بلکہ اصل میں قتل کے لئے نہیں ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ محصن یا محصنہ کی نسبت مجرم کو رجم سے قتل کرنا نصوص قرآن کے برخلاف ہے، کیونکہ قتل کرنا منحصر ہے اس قاتل میں جو قتل عمد کا مرتکب ہو یا اس شخص میں منحصر میں جس نے خد ا اور رسول سے جنگ کا اعلان کیا ہو یا فساد برپا کیا ہو اورآخر میں آیت ارتداد میں مذکورہ تین شرطوں کے ساتھ مرتد ہو گیا ہو اور مذکورہ صورتوں کے علاوہ ہر گز قتل نفس نہیں ہے اور خود رجم لغت میں ریگ ڈالنے کے معنی میں ہے نہ سنگ سار کرنا اور اسی قدر کہ زانی محصن یا محصنہ پر ریگ ڈالنا صدق کرے کے علاوہ جائز نہیں ہے چہ جائیکہ سنگ کر کے اس کو مارنا اور قتل کرنا اور ہماری روایات میں بھی وارد ہے کہ ریگ خطرناک اور قاتل جگہوں پر نہ پڑے ،ریگ بھی متوسط ہو اور چھوٹی اور بڑی کے

درمیان ہو اور اگر مجرم ریگ ڈالنے کے دوران فرارکر جائے تو اس کو لوٹایا نہ جائے:اس بنیاد پر رجم، سنگساری کےذریعے قتل کرنے کے معنی میں نہیں ہے ۔

ب) باوجودیکہ ریگ ڈالناموضوعیت رکھتا ہے اور کسی بھی صورت میں کسی دوسری چیز سے اس کی تبدیلی درست نہیں ہے لیکن اس کا متحقق ہونایعنی رجم کا تحقق اسلامی ممالک میں محالات میں سے ہے؛ کیونکہ نص قرآن کے مطابق زنا کی حد اس وقت ثابت ہوتی جب چار عادل مرد عادّی صورت میں اس کا مشاہدہ کریں جیسا کہ سورہ نساء میں ہے ((**لا تشهدو عليهنااربعۀ منكم**))آیاہے

اور سورہ نور میں ((**باربعۀشهداء فاذا لم ياتوا ابالشهداء فاولئک عندالله هم الكاذبون**))آیا ہے۔

بنابر این غیر محصن کی حد زنا تحقق زنا کے مبنی پر نہیں ہے بلکہ ایسے زنا کرنے پر ہے کہ معاذاللہ لوگوں کے سامنے ہو اس طرح سے کہ دیکھنے والواں کے درمیا ن چار عادل مرد زمانہ واحد میں اس کا مشاہدہ کریں اور یہ دیکھنا شہادت سمجھنے کے عنوان سے ان پر واجب ہوتا کہ اس طرح کی رسوائی مسلمانوں کے درمیان متحقق نہ ہو جیسا کہ آیت نساء بصورت((**واللاتی ياتين الفاحشۀ من نسائكم**))نازل ہوئی ہے نہ ((اتین))اس کو آشکار ا دیکھیں ، ایسا نہیں ہے کہ چار

عادل مرد کا وظیفہ ہو کہ اس طرف اور اس طرف جستجو کریں یا اجازت کے بغیر لوگوں کے گھروں میں داخل ہوں تاکہ اس طرح کے جرائم پر مطلع ہوں اور گواہی دیں بلکہ اگر بطور معمول کسی جگہ دیکھیں تو وہ مأمور ہیں کہ گواہی دیں اور طبعاًاس طرح کے واقعات بعض عمومی محفلوں میں وہ بھی غیر اسلامی ممالک میں پیش آتے ہیں کہ اس طرح کے واقعات کا اسلامی ممالک میں رونماہونا بہت بعید ہے اور اسلام نے پہلے سے ہی چاہاہے کہ اسلامی ممالک میں بلاد کفر کی طرح بے شرمانہ مجمع عام میں بے عفتی کا مظاہر ہ نہ ہو اور اس وجہ سے بھی عمل زنا کی طرف دیکھنا عام حالت میں حرام ہے اس طرح کی بے عفتی کی صورت میں عفت عمومی کی حفاظت اور سلامتی کے لئے یہ حرام واجب ہو جاتاہے اور مخالف عدالت بھی نہیں ہے بلکہ اس کے موافق ہے کہ جب معاملہ اہم اور مہم کے درمیا ن دائر ہو تو اہم کی رعایت کرنی چاہیے ۔اس اصل کی رو سے تمام زدکوب اور سنگ ساری جو قرآن اور سنت قطیعہ کے مبنی کے برخلاف ہے کبھی کبھی بنام اسلام اسلامی ممالک میں انجام پاتی ہے جو ایک اسلام مخالف عمل ہے اور دوسری طرف منصوص روش اور اوزار سے اس بے عفتی کی روک تھام نہ کرنا جو مورد شہادت عدول واقع ہوتی ہے، خود اسلام اور اسلام کے مقدس نظام کی مصلحت کے لئے بد ترین ضرر ہے ، بنابر این اس طرح کے زنا کی روک تھام اس طرح کی سختی یعنی اجراء حد شرعی کے ذریعے واجب ہے،چنانچہ اگر کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ان پر حملہ کریں کہ شدت اور تجاوز کے مقابلے میں شدت اور تجاوز ہے اور اسی طرح بے عفتی جو خود عفت وحیاء کی نسبت ایک ظلم ہے اس طرح عادل اس کو دیکھیں اس کے مقابلے میں حتماً ریگ ڈالنے کی سختی ضرور عمل میں آئےنہ قتل وسنگ ساری اور پتھر مار مار کر ہلاک کرنا ۔

مزید توضیح اگر یہ کہا جائے کہ حد کا جاری ہونا چار عادل گواہوں کی شہادت پر موقوف اور منحصر ہے تو جنسی بے راہ روی اور انحرافات اس سے زیادہ ہوں گے !

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ نصوص قرآنی کے مطابق یہ حد چار عادل مردوں کی شہادت میں منحصر ہے اور شارع حکیم خدا وند قدوس ہے اس نے جرم کےتمام پہلوؤں کا علم رکھتے ہوئے حدود شرعیہ کی تشریع کی ہے ،لیکن دوسرے زناجو پوشیدہ طورپر انجام پاتے ہیں اگر کسی کےسامنے یا غیر عادل افراد کے سامنے یا چار سے کم شاہد عادل کے سامنے انجام پاہیں اس طرح رسوائی کا باعث نہیں ہے کہ حد جاری ہو بلکہ اگر کوئی شخص خواہ عادل یا غیر عادل اس کو دیکھے اس کو چاہیے کہ اس عمل شنبع کی روک تھام کے لئے نہی عن المنکر کے سہ گانہ مراتب کو انجام دے اور یہ وظیفہ نہی عن المنکر کے باب سے ہر اس شخص ہر واجب ہے جو ان خلاف ورزیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتاہے، اس معنی میں کہ احتمالی جگہوں پر جائےتا کہ کسی گناہ کا مشاہدہ کرے تیسرےیہ کہ اگر جنسی یا غیر جنسی انحراف بالکل پوشیدہ طور پر انجام پاِئے تو اس سے روکنا اور منع کرنا ان انحرافات پر قائم ادلہ تحریم اور ان پر کیے وعدہ عذاب الٰہی کے تحت ہے اور اس سے زیادہ سارے شریعتمداروں کے ذمے ہے کہ مسلمانوں کو شرعی معیاروں سے آگاکریں ۔جیسا کہ آخر میں یاد دہانی کرائی گئی ہے تاکہ حتیٰ الامکان کوئی گناہ نہ ہونے پائے یا کم سے کم علنی نہ ہو کیونکہ گناہ کا علنی ہونا معاشر ے کے انحطاط اورپستی کا سبب ہے ورنہ خود گناہ اس کی سزاموت کے بعد ہے ۔ بنابر این یہ بات کہ اگر اجراء حد چار عادل افراد کی گواہی میں منحصر ہو، کہ ہے ۔اور اقرار جیسا کہ عرض کیا قائم مقام شہادت نہیں ہے خود کثرت زنا کاموجب ہے ، اس کا جواب ان دو اصول اور قانون کی روشنی میں روشن ہوا کہ جزا اخروی اور دنیوی دونوں صورتوں میں مصالح ربانی کے مبنی پر متحقق ہوتی ہے اور ان تمام دلائل کے ہمراہ ((**الحمیۃ راس الدواء**))کے مبنی کے تحت لوگ جوانوں کی شادی کے اسباب فراہم کریں اور

حکومت بھی شغل اور مناسب رہائشگاہ کی فراہمی میں ان کی مدد کرے نتیجے میں قوم وملت اور حکومت کے تعاون سے اور ان تینوں مراحل کے انجام پانے سے جنسی جرائم اور بہت سارے دوسرے جرائم کی روک تھام میں مدد ملے گی اور تنہا منصوص روش کے جرم کی سزا اسلام اور مسلمین کی کمزوری نہ ہو گی اور اسلام کا چہرہ بدنما اور داغدار نظر نہ آئے گا بلکہ صرف اسلام ہے جو بشریت کی دینی اور دنیاوی سعادت کا ضامن اور ذمہ دار ہے ۔

سوال ۴۳)

اسبات کے پیش نظر کہ ایسا جرم اقرار کے ہمراہ ثابت ہونے کے بعد جو رجم کا باعث ہے اگراجراء حد کے وقت مجرم گڑھے سے فرار کر جائے تو اس کو لوٹایا نہ جائے اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)اس حکم میں اس موارد کے درمیان کہ آغاز رجم کے بعد اسے ابھی کوئی پتھر نہیں لگا ہے اور اس موار د کے درمیان کہ اس کو پھتر لگ چکاہے، کوئی فرق ہے ؟

ب)اگر مجرم گڑھے میں اتارنے اور پتھر مارنے سے پہلے فرار کر جائے تو کیا مذکورہ حکم اس کو شامل ہو گا ؟

جواب)

ہاں مورد الف میں رجم متحقق نہیں ہوا اور مجرم کو لوٹایا جانا چاہئے اور اس کو رجم کرنا چاہیے

ب)ہاںشامل ہو گا

سوال ۴۵)

درء یعنی دفع حدودکے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)کیا یہ قاعدہ صرف باب حدود سے مخصوص ہے یا ابوب قصاص ،دیات اور تغریرات کو بھی شامل ہے ؟

ب) حد جاری نہ کرنے میں معیار ہے؟(حلیت میں شک توہم جواز عمل صرف اباحہ کا ظن (گرچہ غیر معتبر) یا حرمت کا علم نہ ہو نا ؟)

ج)قاعدہ در ء (دفع)میں محل عروض شبہ کون ہے ؟ قاضی ،مرتکب عمل یا دونوں ؟

د)کیا شبہات موضوعیہ ،حکمیہ،شبہ عمدہ ،غیر عمد،اکراہ ،اجبار ،نسیان و.......... کو یہ قاعدہ شامل ہے ؟

ھ)شبہہ حکمیہ کو شامل ہو نے کے فرض کے ساتھ کیا جاھل قاصر اور مقصر کے درمیان کوئی فرق ہے ؟

جواب)

الف) اوّلا قاعدہ درء (دفع)مطابق نصوص صرف باب حدود سے مخصوص ہے جیسا کہ جملہ (**تدرء الحدود بالشبہات**)بھی اس مطلب پر گواہ ہے اور شبہات موضوعیہ اور حکمیہ دونوں میں کوئی حد جاری نہیں کرنی چاہیے ۔

دوسرےیہ کہ عدم اجراء حد کہ شبھہ کا مورد ہے۔اور طبعا اسکا انجا م دیناحرام ہے بطریق اولی حدود سے کمتر میں بھی ایسا ہے اور اصولی طور پر شبہات میں قطع ویقین در کار نہیں ہے اور اس میں کسی حکم کا جاری کرنابھی جائز نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے تمام اعمال میں قاعدہ برائت جاری ہے اور اگر کوئی کا م بھی صحت پر حمل کرنے کے قابل نہ ہو اور اس طرح سے کہ نافرمانی بالکل محسوس ومشہور ہو تو یہاں پر بھی حد و تعزیر کی جگہ نہیں ہے بلکہ نہی عن المنکر کامقام ہے ۔

ب)مذکورہ سوال میں تمام موارد شہادت شرعی کے فقدان کے علاوہ کیا قتل میں مجرم کے خوف و ہراس کے بغیر اپنے اختیار سے اقرار کرنا اور کبھی کبھی علم قاضی بھی کافی ہے

ج)حاکم اور محکوم علیہ دونوں ہی قاعدہ درء میں شبھہ عارض ہونے کا مورد ہیں کہ اگر مثلاً حاکم تشخیص دے کہ فلاں شخص نے کوئی جرم نہیں کیا لیکن محکوم علیہ مدعیٰ ہے کہ اگر اس کو میں نے انجا م بھی دیا ہے تو جہالت کی وجہ سے انجام دیا ہے نہ عمداً یا بالعکس،ان دو صورتوں میں قاعدہ درء جو حد اور تعزیروں کو ختم اور دفع کر دیتا ہے، دنوں میں جاری ہے

د)سوال میں ذکر شدہ تمام موارد قاعدہ درء میں شامل ہیں؛ کیونکہ حکم کو قطع اور شہادت عادلانہ کے معیار پر نافذ اور جاری ہونا چاہیے ۔

جیسے یہ کہ خود قاضی قتل کا مشاہدہ کرے ،اس مورد کے علاوہ تنہا شہادت حد جاری کرنے کی قطعی شرط ہے اور اقرار یا علم قاضی کافی نہیں ہے اور اجراء حد منصوص روش اور اوزار سے ۔ اس طرحسے ہو کہ ایسے مجرم کےقتل کا موجب یا سبب نہ ہو جس کے قتل کا حکم نہیں ہوا ہے۔

ھ) شبہات حکمیہ میں جاھل قاصر اور مقصر میں کوئی فرق نہیں ہے مثلاً اگر کوئ شخص کسی گناہ میں قاصر ہے یعنی اس کی حرمت سے قطعی طور پر ناواقف تھا اور وہ اس نادانی میں بھی مقصر نہیں ہے ، یا نہیں جانتا اور اس حکم کی تحقیق نہ کرنے میں مقصر ہے دونوں صورت میں قاعدہ درء جاری ہے اگر یقینی طور پر بھی آپ جانتے ہوں کہ شخص مقصر ہے لیکن نادان ہے اور نتیجتاً اس نے اس جرم کو عمداً انجام نہیں دیا ہے تو حد یا تعزیر بھی نہیں ہے؛کیونکہ اجراء حد یا تعزیر میں بھی مجرم کا معتمد شرط ہےاور عدم اضطرار واکراہ بھی ہو اس کے علاوہ شہادت عادلانہ بھی ضروری ہے

سوال ٣٦)

اس صورت میں کہ حد رجم جاری ہونے کےبعد ا س خیال کے تحت کہ مجرم مر گیا ہے اس کی لاش سرد خانہ میں منتقل ہو جائے؛ لیکن بر حسب اتفاق اس میں آثار حیات مشاہدہ ہوں اور علاج کے بعد وہ صحیح وسالم ہو جائے تو اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)کیاصرف عنوان رجم کا صادق آنا کہ قتل محکوم پر تمام نہ ہو کافی ہے (تا کہ نتیجے میں حکم مجدد جاری کرنے کی ضرورت نہ ہو)یا چونکہ قتل رجم کی راہ سے موضوعیت رکھتا ہے دوبارہ حکم رجم اس کے بارے میں اجراء ہونا چاہئے ؟

ب) دوسری صورت میں کیا مجرم پہلی مرتبہ جاری ہونے والے حکم زیر اثر وارد ہونے والے زخموں کی دیت کامطالبہ کر سکتاہے ؟

ج)جواب مثبت ہونے کی صورت میں دیت کون دے گا ؟

جواب)

پہلی بات تو یہ ہے کہ عنون رجم کا صاد ق آنا ۔عرفی طور ہر ۔ کافی ہے دوسرے یہ کہ باب رجم میں قتل، موضوعیت نہیں رکھتا بلکہ رجم میں سنت قطعیہ کے مطابق متوسط ریگ ایسی جگھوں پر ماری جائے کہ قتل کا موجب نہ ہو اور یہاں تک کہ رجم کا اضافہ کرنا جب کہ قتل محقق نہ ہو، حرام ہے ۔

ب)ہاں، کیونکہ رجم عرفی کافی ہے اور اس سے زیادہ کی نسبت مجرم اعتداء بالمثل کا حق رکھتا ہے اور اگر راضی ہو تو حق دیت ثابت ہے ۔

ج) دیت رجم کرنے والے پر ہے

سوال ۴۷)

ایک پندرہ سالہ لڑکا رات میں خواب سے بیدار ہونے کر بعد ایک اجنبی شخص کو برھنہ اپنی ماں کے ساتھ دیکھتا ہے اس نظریہ کے ساتھ کہ خائن اور متجاوز شخص کو قتل ہونا چاہیے اور وہ اس اجنبی کہ بھاگنا چاہتا ہے کو قتل کر دیتا ہے

ملحوظ رہے کہ عورت مدعی ٰ ہے کہ فرد مقتول نے دھمکی دی تھی اگر وہ دروازہ نہ کھولے گی اور تمکین نہ کرے گی تو وہ اس کو رسواء اور بدنام کر دے گا اور وہ کسی کو اپنا منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی اور اس کی دھمکی سے مجبور ہو کر اس نے دروازہ کھولا ہے۔

دوسرے، نا مشروع رابطہ، زناسے کمتر حد میں تھا مذکورہ بالا فرض کے پیش نظر آپ کیا فرماتے ہیں:

الف) اس پندرہ سالہ لڑکے نے جو ا س اجنبی شخص کو اس نظریہ سے قتل کر دیا کہ اس طرح کے افراد کو قتل کرنا لازم ہے تو اس کا قتل کرنا عمد کے زمرے میں ہے یا پھر قتل شبہ عمد شمار ہوگا ؟

ب)عورت کے ادعاءکے پیش نظر وہ دھمکی سے مجبور ہو کر اجنبی سے رابطہ برقرار کرنے پر تیار ہوئی تھی کیا لڑکے کی طرف سے جو ابھی تازہ بالغ ہوا ہے ارتکابی عمل ناموس کا دفاع کہلائےگا اور نتیجے میں ادلّہ قتل عمد اس کو شامل نہ ہو ں گے

ج)اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ نوجوان اور تازہ بالغ کی احکام شرعی کے حوالے سے فقہی معلومات کم تھی کیا اس کا مسئلہ سے جاہل ہونا جوابدہی سے معاف کر سکتا ہے اور اس کو اس مسئولیت سے آزاد کر سکتاہے؟

جواب)

قاعدہ درء نیز نوجون کی جہالت کے پیش نطر قتل عمدی محسوب نہ ہو گا اور حکم قصاص، دیت میں تبدیل ہو جائے گااور اگر دونوں کو قتل کر دیا ہے تو دو دیت ہے۔فرضی سوال میں مذکورہ قتل عمد ہے اور تحقق زناکے باوجود بھی قتل کرنے کا حق نہیں ہےاورآیات نور اور نساء کے مطابق زنایا مساحقہ یا لواط اگر شہادت سے ثابت ہو جائے تو قتل کا حق نہیں ہے چہ جائیکہ ایک شخص نے ارتکاب جرم کی روایت کی ہو ،

خلاصہ، مذکورہ قتل قرآن اور سنت قطعیہ کےبر خلاف ہے ۔یہاں تک کہ اگرشوہراپنی بیوی کو زنا کراتے ہوئے دیکھے تب بھی اس کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ ہاں اس کو حق لعان حاصل ہے اور اس کو اسی پر عمل کرنا چاہیے اور عورت کی طرف سے لعان کے رد کرنے کی صورت میں مرد پر قذف کی حد جاری ہو گی

ناموس کا دفاع لازم ہے لیکن قتل کرنے کا موجب نہیں ہے اور اگر دفاع کرتے ہوئے بلا قصد قتل یا کوئی ایسا عمل ہو جائے جو قتل پر تمام ہو اور طرف مقابل قتل ہو جائے وہ مہدور الدم ہے اور قصاص ودیت کسی پر نہیں ہے۔

سوال ۴۸)

لواط میں قتل کی حد کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)کیا احصان (شادی شدہ ہونا)اس سزا اور حد کے لئے لازمی شرط ہے ؟

ب)جواب کے مثبت ہونے کی صورت میں کیا اس حکم میں فاعل اور مفعول کے درمیان کوئی فرق ہے

جواب)

الف،ب)احصان(شادی شدہ ہونا)اصل سزا کی (حد)کے لئے شرط لازم نہیں ہے اور اس حکم میں فاعل اور مفعول کے درمیان کوئی فرق نہیں ہےکیونکہ زناء غیرمحصن اور غیر محصنہ میں کمتر حد جو سو تازیانہ ہے، مساوی طور پر جاری ہوتی ہے اور زناء محصن اور محصنہ میں حد، تازیانہ لگانا ہے جو بطور مساوی جاری ہو تی ہے اور زنامحصن اور محصنہ میں بھی بالاتر حد کہ رجم ہے، بطور مساوی انجام پاتی ہے، اور بالاتر حد کی نسبت احصان کے شرط ہونے میں فاعل اور مفعول کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے بلکہ حد لواط میں تفاوت کا نہ ہونا تواتر ہے اور جس طرح کہ باب زنامیں فاعل اور مفعول کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اسی طرح باب لوط میں بھی ہے

چوتھی فصل

تعزیرات

سوال ۴۹)

چنانچہ تعزیر کے تازیانہ کے علاوہ دوسرے مصادیق وافرادہوں (جیسے جریمہ ،سرمونڈنا ، شہر میں پھرانا ،بزنس کا لائسنس کینسل کرنا ، ڈرائیوری لائسنس باطل کرنا ،حکومتی اداروں میں کام کرنے سے محرومی ،سوء سابقہ ثبت کرنا وغیرہ) تو آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)((**التغریر دون الحد**))کی تعبیر صرف تازیانہ کے لئے استعمال ہوتی ہےیا دوسرے مذکورہ موارد کو بھی شامل ہے ؟

ب)دوسرے موارد کو شامل ہونے کی صورت میں((**دون الحد**))کا معیار کیا ہے ؟

جواب)

تغریر کے لغت میں دو معنی ہیں :

معزز ومحترم رکھنا اور شمار کرنا چنانچہ سورہ اعراف کی ۱۵۷/ ویں آیت میں ارشاد ہوتاہے:

((**فالذین آمنو ؤ عروہ ؤ نصروہ واتبعو النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون**))جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کو محترم سمجھا اور آپ کی نصرت کی اور پیروی کی اس نو رکی جسکو ہم نے آپ کے ساتھ بھیجا ہے وہی لوگ کامیا ب اور کامران ہیں ۔

دوسرے معنی معمولی سمجھنا اور اعانت ہے کہ لغت عرب اور لغت فقہ میں دوسری تعزیر تازیانہ مارنے کی خبر نہیں ہے((**التعزیر دون الحد**))**ت**کی حدیث کی تعبیر میں دقت کر کے اس کے معنی کو بخوبی درک کر سکتے ہیں کیونکہ حد ، قتل ،ہاتھ اور پا ؤ ں کو بالعکس قطع کرنے اور حد تازیانہ سب کو شامل ہے کیونکہ پہلے تو خود یہ حدیث تازیانہ لگانے کے بارے میں ہے

دوسرے یہ کہ قتل اور دست وپا کو بالعکس قطع کرنا اس کے لئے دون نہیں ہے کیونکہ لازم ہے وہی حکم نافذ ہو مگر یہ کہ شخص محارب یا مفسد امکان دسترسی سے پہلے ((**قبل ان تقدرو علیهم**))توبہ کر لےکہ معاف کر دیا جائے گا بنابر این ((**دون الحد**))کے یہاں پر کوئی معنی نہیں ہیں اور قتل میں اگر ولی یا اولیاء دم دیت کو معاف کر دیں تو حکم منتفی ہو جائے گا۔لہذا ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ ((**دون الحد**))کے یہاں بھی کوئی معنی نہیں ہے اور قتل میں بھی اگر ولی یا اولیا ء دم قاتل کو معاف کر دیں یا ان شرائط کے ساتھ جن کا ذکر مسئلہ ۶۴ میں آئے گا قاتل قصاص نہ ہو تو وہ صرف دیت ادا کرے گا اور اگر ولی یااولیاء دم دیت کو عفو کر دیں تو حکم منتفی ہو جائے گا ۔ لہذا دیکھتے ہیں کہ دون الحد کا یہاں بھی کوئی مصداق نہیں ہے یعنی فرضاً ((**دون قتل**))مجرم کے (دو پاؤں)قطع کرنا ہو کہ ایسا نہیں ہے ۔

بنابر این دون الحد تازیانہ سے کمتر ایک حد ہے اور گذشتہ دلائل کی روشنی میں((**الحد**))ان تمام حدود تازیانہ کو شامل ہے جو "سو"،" اسّی"اور چالیس کے درمیان آزاد شخص کی حد سے کمتر حد ہے ،۷۹ تازیانہ اور اس سے کمتر ہے جہاں تک دون الحد صادق آئے یعنی ۵۰ تازیانہ تک، بنابر این اس سے کمتر محسوب نہ ہو گی بلکہ عادل حاکم شرع کی نظر میں ایک تأدیب ہےبنابر این سوال (ب)کا جواب روشن ہے کہ مذکورہ موارد میں سے کوئی ایک موردبھی سوال نمبر ۴۸ میں تعزیر کا مصداق نہیں ہے بلکہ تغریر صرف تازیانہ ہے۔ مذکورہ شرائط کے ساتھ لیکن ان شرائط کے ساتھ جن کا ذکر بعد میں آئے گا مسئلے میں تنبیہات وتأدیبات اسلام کے مرحلہ سوم کے کیفری احکام کا ایک حصہ ہیں ،کیونکہ احکام کیفری کا پہلا مرحلہ خاص منصوص حدود ہیں ،جیسے قتل مماثل ،قطع دست وپا بالعکس ،قطع دست سارق اور احکام کیفری کے دوسرے مرحلہ میں عام منصوص سزائیں ہیں جو ما دون الحد تغریر اورنفی البلد اور اس کے مصادیق سے عبارت ہیں اور احکام کیفری کے تیسرے مرحلے میں وسیع تأدیب آتی ہیں جو خود نہی عن المنکر کا تیسرا مرحلہ ہے اور سوال میں بعض مذکورہ مواردا‌ور اس جیسے دوسر ے موارد (نقدی سزا ،سر مونڈنا ،شہر میں پھراناسوء سابقہ کا ثبت ہونا) اس مرحلے میں مندرج ہیں کہ عادل حکم شرع کی نظر کے

مطابق مجرم کے توبہ نہ کرنے کی صورت میں نہی عن المنکر تیسرے مرحلے کی تأدیب جرم کی مناسبت سے نافذ اور جاری ہو گی ۔اور اس سوال میں مذکور بعض دوسرے موارد (حبس ، بزنس لائسنس کا باطل ہونا ، ڈرائیوری کے لائسنس کا باطل ہونا، حکومتی ادارونمیں کام کرنے سے محرومی اور جلا وطنی)مشمول ((**او تنفعوا من الارض**))اور ارض سے مراد کل زمین نہیں ہے

بلکہ اس سے مراد اس کو اس زمین سے نکالنا ہے جہان وہ فساد کر نے میں مصروف ہے اور مجرمین جو مختلف قسم کے فساد میں مشغول ہیں اس کی مناسبت سے یہ جلا وطنی بھی گونا گوں ہےمثلاً مدیر یا کسی سرکاری محکمہ کا کوئی آدمی یاکسی خصوصی ادارے کا مدیر یا کوئی آدمی اپنے دفتر یا ادارے میں فساد برپاکررہاہے اور گرفتاری سے پہلے توبہ نہ کرے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو ادراے سے نکال کر باہر کر دیں گے اور اگر کوئی شخص خود اپنی دوکان میں فساد اقتصادی میں مشغول ہےتو چونکہ اس کے فساد برپا کرنے کی زمین اس کی اپنی دوکان ہےلہذا توبہ نہ کرنے کی صورت میں (گرفتار ہونے سے پہلے) سزاکے طور ہر اس کی دوکا ن سیل کر دی جائےگی ،اور اگر کوئی شخص محلہ یا شہر یا ملک میں فساد برپا کر رہا ہے اور ناامنی پھیلانے میں مشغول ہے تو توبہ کے سلسلے میں مذکورہ شرط کی رعایت نہ کرنے کی صورت میں اس کو ان تمام جگہوں سے جلا وطنی کر دینا چاہیے اور اگر پوری زمین میں فتنہ وفساد برپا کر رہا ہے اور اس کے فساد کے شعلوں میں پوری زمین جل رہی ہے تو اس کو دریا میں غرق کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے جیسا کہ سنت قطعیہ میں نحو الجریمہ کے لفظ سے وارد ہوا ہے -

توبہ کے بارے میں جو نکتہ بیان کرنے کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ جرم محاربہ اور جرم فساد سے توبہ کرنا دو طرح سے ہے -

توبہ ((**قبل ان تقدرو علیهم**))(گرفتاری سے پہلے توبہ کرنا)جس کے احکام بیان کیئے جا چکے ہیں -

توبہ ((**بعد ان تقدرو علیهم**))گرفتاری کے بعد اس میں حد جاری ہو گی مگر یہ کہ مجرم کو اس

زمین سے باہر نکال دیا جائے اور اگر دوبارہ واپس آنے کا امکان بھی ہو کہ یہاں پر توبہ واقعی کی صورت میں اس کو لوٹایا جائے گالیکن قتل وپھانسی اور قطع دست وپا جیسی سزاؤں میں باز گشت بالکل بے معنی ہے اور گرفتاری عمل میں آنے کے بعد صرف گناہ دھل جائیں گے اور عذاب اخروی نہیں ہو گا لیکن جلا وطنی کے تمام موارد میں غرق کو چھوڑ کر توبہ واقعی کی شرط کے ساتھ،اصلی سر زمین کی طرف باز گشت انجام پائے گی

اب ہم بطور خلاصہ سوال کا جواب دوبارہ دے رہے ہیں کہ سوال میں مذکورہ موارد میں سے کسی ایک بھی مورد میں تعزیر نہیں ہے بلکہ تأدیب ہے البتہ اس شر ط کے ساتھ کہ جرم کی مناسبت سے ہو اور نہی عن المنکر کے تیسرے مرحلے کے عنوان سے انجام پائے وہ بھی عادل حاکم شرع کے مطابق ۔تعزیر صرف جنسی جرائم سے مخصوص ہے کہ جنسی جرائم سے کمترحد سے مشخص ہو مانند اس کے کہ ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کے علاوہ ہر کام انجام دیا ہے کہ یہاں پر چونکہ مرتکب زنا نہیں ہو ادو مرد عادل کی گواہی کی صورت میں اس کے بارے میں حکم

تعزیر جاری ہوگااور اگر گرفتاری عمل میں آنے سے پہلے اس کا توبہ کرنا ثابت ہو گیا تو تعزیر ساقط ہو جائے گی کیونکہ شریعت قرآن شریعت انتقام نہیں ہے بلکہ شریعت اصلاح بشریت ہے

فصل پنجم

قضاوت

سوال ۵۰)

علم قاضی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)علم قاضی اقرار سے ملحق ہے یا بینہ سے یا کوئی تیسرا طریقہ ہے ؟

ب)اس صورت میں کہ تیسرا طریقہ ہے حکم عفو کس طرح ہے ؟

جواب)

علم قاضی جنسی امور میں ہر گز نہی عن المنکر کے علاوہ کوئی حکم نہیں رکھتا مانند اقرار کہ جرم بھی رکھتا ہے کیونکہ سورہ نور کی آیت نمبر ۱۳ ((**ولو لا جاءوا علیہ باربعۃ شہداء فاذا لم یاتو ا بالشہداء فاولئک عنداللہ ھم الکافرون**))کے مطابق اگر جنسی دعویٰ پر چار گواہ نہ لائے تو اس صورت میں بھی خدا کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اس صورت میں بھی جبکہ اپنے علم کا اظہار کریں تو خود اس پر حد جاری ہو گی چنانچہ سورہ نور کی آیت نمبر ۴ ارشاد ہوتاہے (**والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتو ا باربعۃشہداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ**)بنا براین علم ؤ اقرار دونوں عدم اثبات حد میں ایک دوسرے کی مانند ہیں اب اگر علم قاضی شہادت سے ملحق ہوتا اور اثبات حد کرتے ،حد شرعی میں کسی قسم کی بخشش ہر گز نہیں ہے کیونکہ سورہ نور کی آیت نمبر ۲ میں ارشادہوتاہے ((**لزانیۃو الزانی فاجلدوا کل واحد منھما مأۃ جلدۃ لا تاخذ کم بھما رأفۃفی دین اللہ**))یعنی زنا کرنے والے مرد اور عورت کو سو کوڑے لگاؤ اور دین خدا کے بارے میں اس جگہ ہرگز نرمی نہ دکھاؤ

غیر جنسی امور میں بھی چناچہ اگر امر مالی ہو مانند دین اور قاضی کا علم شہودی قطعی مانند اقراروشہادت کافی ہے لیکن مانندسرقت ہے تو صرف مالی قرض کفایت کرتاہے نہ کہ اس کی حد میں ،کیونکہ حد سرقت کے لئے شہادت ضروری ہے اور یہاں پر علم مانند اقرار صرف مال کی تضمین کرتا ہے اور وصیت مالی میں شہادت عدلین یااقرار زبانی یا نوشتئہ قطعی کی ضروت ہے اور جنایت جانی یاقتل وجرح خطائی علم قاضی کافی ہے ،کیونکہ برحسب آیات قرآن اور سنت قطعیہ خون جائز اور مباح نہیں ہے

س۔ قتل خطا ء محض میں اگر حاکم شرع کے علم سے ثابت ہو جائے تو بینہ کے ذریعے ثابت ہونے والے حکم کا درجہ رکھتا ہے یا حکم اقرار رکھتاہے ۔ کہ دیت خود مرتکب قتل کے ذمّے ہے اور پہلی صورت میں دیت عاقلہ کے ذمّے ہے ؟

ج)اگر حاکم کا علم قتل خطائی کے اقرار کا نتیجہ ہے تو حکم اقرار رکھتا ہے اور اگر دوسرے طریقوں سے حاصل ہوا ہے تو بینہ کا حکم رکھتا ہے اور اس میں دیت عاقلہ پر ہے ۔واللہ عالم

سوال ۵۱)

چنانچہ قاضی، محارب کی سزا کے طور پر دار پر لٹکانے کو انتخاب کرے اس بات کے پیش نظر کہ اگر تین روز کے بعد زندہ رہ جائے تو حق حیات رکھتا ہے اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف) اگر اجراء حکم سے پہلے مقوی دوائیں اور غذائیں استعمال کرے تو اس کو روکا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

ب) اگر معصیت کرتے ہوئے کوئی شخص اس کو کھانا پانی پہونچائے تو اسے روکنا چاہیے یا نہیں ؟

جواب)پھانسی کا انتخاب کرنا اس وقت صحیح ہے کہ جرمانہ نص کی روشنی میں پھانسی کی حد ہو بنا بر این ہر گز انتخابی نہیں ہے اور تعیین صلب کی صور ت میں قتل کرنا صلب کے ذریعے سے ہے (نہ مانندرجم کے کہ اس میں اور قتل میں ملازمہ نہیں ہے)مصلوب کے لئے حق حیات بالکل نہیں ہے اور چونکہ صلب، قتل اور تعذیب دو مبنی پر استوار ہے محکوم کو عادی طور پر دار پر لٹکانا چاہیے اور اس کو کوئی بھی مقوی غذا یا دوا کھانے کا حق نہیں ہے جو تکلیف میں تخفیف کا باعث ہو اور جب تک زندہ ہے اس کو ضروری آب و غذا پہونچانا چاہیے اور اس کو کھانا اور پانی سے محروم رکھنا حرام ہے کیونکہ تختہ دار پر لٹکائے جانے کی سزا کسی دوسرے سزا کا مستلزم نہیں ہے

سوال ۵۲)

ان اسناد کے بارے میں جو ماڈرن مشینوں کے ذریعے تیار ہوتی ہیں اسلام کا کیا نظریہ ہے بیان فرمائیے :

الف)جیسے (فیکس ،عکس ،کیسٹ ،زیراکس،پرنٹر ،ٹیلی گراف ،اسکینر ، کمپیوٹر و---------)

ب)ان میں سے کونسی چیز علم قاضی کا مستند قرار پا سکتی ہے اور بعنوان مؤید کس حد تک قابل استناد ہے ؟

جواب)

جہاں پر شہادت لازمی اور ضروری ہے وہاں پر ان میں سے کوئی ایک بھی چیز حکم قاضی کا مستند قرار نہیں پا سکتی کیونکہ نص کی روشنی میں ان میں امکان جعل کے علاوہ، حضور شاہد بھی شرط ہے اس طرح کے موارد کے علاوہ کہ صرف علم قاضی ہے یہ چیزیں مستند علمی قرار پا سکتی ہیں البتہ اس صورت میں کہ جعل کا احتمال عاقلانہ نہ ہو

سوال ۵۳)

اگر قاضی اپنے علم کی بنیاد پر رجم کا حکم کرے تو آپ کیا فرماتے ہیں:

الف) مجرم کے گڑھے سے فرار کرنے کی صورت میں اس کو دوبارہ گڑھے میں واپس لا کر حکم کا نفاذکیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

ب) اگر علم قاضی کوئی تیسرا راستہ ہو ۔ بینہ یا اقرار سے ملحق نہ ہو تو کیا حکم ہے ؟

جواب)

علم قاضی مجرم کے اقرار کی مانند کسی بھی حد کے حکم کا موضوع نہیں ہے بلکہ صرف چار شاہد عادل موضوع حکم ہیں اور بس ۔ جیسا کہ سورہ نور کی آیت نمبر ۱۳ سے استفادہ ہوتا ہے علم قاضی یا کوئی دوسرا صرف نہی عن المنکر کا موضوع ہے البتہ نہی عن المنکر کے شرائط اور مراتب کے ساتھ، کیونکہ جنسی امور میں حد، پردہ عصمت کو شگافہ کرنے کے بنیاد پر ہے ایسے مجمع میں کہ چار شاہد عادل اس کو بخوبی دیکھ سکتے ہوں ۔ جس روایت نے علم قاضی کو موضوع حکم حد جانا ہے نص قرآن اور روایات کےبر خلاف ہے اس لئے مردود ہے، لیکن اس صورت میں کہ قاضی شرعی وظیفہ کے مطابق اپنے علم کے مطابق کسی کو رجم کرے تو مجرم

کے فرار کر جانے پر گذشتہ دو حکم جاری ہوں گے اور اس صورت میں بینہ سے ملحق نہیں ہے اور قاضی کو معاف کرنے کا حق ہے۔

سوال ۵۴)

قسامہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف: کیا قسامہ اطراف پر جنایت عمدی کی صورت میں مستلزم قصاص ہے ؟

ب) جواب مثبت ہونے کی صورت میں قسامہ کا نصاب کتنا ہے ؟

جواب)

دلیل قسامہ قتل میں منحصر ہے اور غیر قتل میں جاری نہیں ہے اور چونکہ قسامہ خود اصل شہادت کے بر خلاف ہے وہاں پر ثابت ہے کہ جہاں استثناء قطعی ہو اور یہ استثناء قتل کے بارے میں اہمیت کی وجہ سے سنت قطعیہ سے ثابت ہے

ب)سنت قطعیہ کی رو سے قسامہ کا نصاب ۷۰ افراد ہیں نہ اس سے کم۔

سوال ۵۵)

دودھ پلانے والی عورت کے اوپر اجرء حد یا قصاص میں تاخیر لازم ہے اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)کیا رضاعی ماں کو بھی شامل ہے ؟

ب)بالفرض کہ شامل ہے دوسری دایہ کے جاگزیں ہونے کے امکان اور عدم امکان کے درمیان (یا شیر خشک اور شیر حیوان)میں کوئی فرق ہے ؟

ج)جا گزیں ممکن ہونے کی صورت میں دایہ کی فراھمی حاکم شرع کی ذمّے داری ہے یا ولی طفل کی ؟

جواب)

قصاص کا اجراء کرنے میں تاخیر لازم نہیں ہے اور جائز نہیں ہےمگر اس صورت میں کہ اس سے اہم یا اس کے برابر اور مساوی کوئی واجب موجود ہو اور دونوں کے درمیان جمع کرنا بھی ممکن نہ ہو بنا بر این اگر دودھ پلانا طفل کے لئے حیاتی اور حفظان صحت کے حوالے سے ضروری ہو خواہ اصلی ماں کے ذریعے یا رضاعی ماں کے ذریعے ۔اس صورت میں قصاس یا حد میں اس قدر تاخیر کریں کہ دودھ پلانا بقدر واجب انجام پا جائے ۔ بنابر این اگر شیر خشک یا دوسری چیزیں پلا کر شیر مادر یا دایہ کی تلافی ہو سکتی ہے تو اس صورت میں شیر خوار کو دودھ پلانا واجب نہیں ہے اور حد یا قصاص میں تاخیر بھی جائز نہیں ہوگی، البتہ برحسب ((**والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین من ارادان یتم الرضاعۃ**))ماں کا اپنے طفل شیر خوارکودو برس کی مدت تک بصورت امکان دودھ پلانا واجب ہے کہ اکیس (۲۱) مہینے مطلقاً ماں پر واجب ہے اور دوسرے تین مہینے اس صورت میں واجب ہیں کہ بچے کا باپ شیرخوارگی کی مدت مکمل کرنے پر مصر اور مصمم ہو ،لیکن حیاتی اور بہداشتی اعتبار سے ضرروری نہ ہونے کی صورت میں واجب نہیں ہے اور تاخیر حد کا موجب نہیں ہے ۔ بنا بر این دودھ پلانا وجوب کی صورت میں اصلی ماں اور رضاعی ماں دونوں کو شامل ہے کہ اس صورت میں دودھ پلانا اس پر واجب اور تعیینی ہو گا اور اگر حقیقی ماں جتنی مدت اس پر دودھ پلانا واجب ہے اس سے معزور ہو یا اس کا دودھ بچے کے لئے مضر ہو تو اس کا دودھ پلانا حرام ہے کیونکہ ((**لا تضار والدۃ بوالدھا ولا مولودلہ بولدہ**))اور اس رخ سے بھی حقیقی اور رضاعی ماں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور حکم کا نفاذ لازمی وضروری ہےاور اسی طرح اس صورت میں کہ دودھ پلانا دونوں کے لئے حیاتی اور حفظان صحت کے حوالے سے ضروری نہ ہو تو تاخیر حد جائز نہیں ہے اور جاگزیں کے امکان اور لزوم کی صورت میں، دایہ کی فراہمی ولی طفل کی ذمّے داری ہے اور اگر ولی طفل کے لئے ممکن نہ ہو تو حاکم شرع کی ذمہ داری ہے ۔

سوال ۵۶)

قاتل کے محدود و معین افراد میں موجود ہونے کا علم اجمالی ہونے کی صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف) کیا قاضی قاتل کی تعیین اور اجراء قصاص کے لئے قرعہ اندازی کر سکتا ہے ؟

ب) جواب کے منفی ہونے اور دیت کی ادائیگی واجب ولازم ہونے کی صورت میں دیت کون ادا کرے گا اور کس طرح ادا کرے گا ؟

جواب)

فرض شدہ مسئلے میں چونکہ قاتل معین نہیں ہے اور جرم قتل کے بارے میں قطع ضروری ہے ، قرعہ دو رخ سے بیکار ہے کیونکہ پہلے تو قرعہ یقین آور نہیں ہے اور دوسرایہ کہ قرعہ تعیین حکم میں بالکل مردود ہے اور تعیین موضوع میں بھی اگر اس کا علم شرط نہ ہو اور تعیین موضوع کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہ ہو (ولو غیر عملی)قرعہ جائز ہے اور حقیقت میں ایک قسم کا استخارہ ہے جو نہ کسی حکم کو معین کر سکتاہے اور نہ ہی کسی موضوع کو مشخص کر سکتا ہے -

سوال ۵۷)

شبہات موضوعہ میں قاعدہ جاری ہوتاہے اس کے پیش نظر آپ کیا فرماتے ہیں:

الف) کیا قاعدہ حقوقی امور سے مخصوص ہے یا جزائی امور میں شبہات موضوعیہ کو بھی شامل ہے بعنوان مثال جہاں پر علم اجمالی ہو کہ قاتل دو یا تین افراد کے درمیان کوئی ایک ہے تو کیا قرعہ سے تمسک کرتے ہوئے حسب موردحکم قصاص یا دیت کو جاری کیا جاسکتا ہے ؟

ب) بالفرض کہ قاعدہ امور جزائی میں بھی جاری ہے کیا وجوب حدود ، قصاص ، دیات اور تغریرات سب میں جاری ہے یا جزئیات کے کسی خاص باب سے مخصوص ہے ؟

جواب)

الف،ب) قاعدہ قرعہ بعض شبہات موضوعیہ میں منحصر ہے نہ حکمیہ میںکیونکہ اسلامی احکام کتاب و سنت میں بخوبی بیان ہوئے اور تلاش کرنے والے کے لئے اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اگر ایسا مورد پیش آئے تو قرعہ بحسب ادلہ بعض موضوعات میں منحصر ہے اور وہ موضوعات جو ہرگز شمول قرعہ نہیں ہے ان کا تعلق امور جزائی سے ہے بالخصوص یہ کہ امور جزائی میں شہادت شرط اصلی ہے اور شہادت مجمل کا کوئی استعمال نہیں مثلاً یہ کہیں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ ان مردوں میں سے کسی ایک نے زنا کیا ہے ان میں سے کوئی ایک ایک فلاں شخص کا قاتل ہے

بنابر این جزائی امور کسی قیمت قرعہ کا مقام نہیں ہے ،حتی مالی معاملات اور قضایا میں بھی اگر حق کو ثابت کرنے کےلئے کوئی دوسرا راستہ نہ ہو- جیسے کچھ رقم دو آدمیوں کے درمیان قطعی اوریقینی طور پر غصب ہو جائے تو یہاں ہر بھی قرعہ کے ذریعے کسی ایک کو غاصب اور دوسرے کو مبرا نہیں جانا جا سکتا، بلکہ مذکورہ صورت میں بھی اختلاف احتمالات کی بنیاد پر دو آدمیوں میں سے ہر ایک کے غاصب ہونے کی نسبت غصبی رقم ان دونوں کے درمیان احتمال کی مناسبت سے مصالحت کے طور پر تقسیم ہو گی -

چھٹی فصل

متفرق فقہی مسائل

(عقود، ایقاعات، معاملات)

سوال ۵۸)

جانی یا سارق کے مقابلے میں ان کو ناموس کی ہتک حرمت یا چوری کرنے سے روکنے کے لئے ان کے مقاومت کرنے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)جہاں پر مجنی علیہ کی آبرو ریزی کا احتمال ہو وہاں پر تکلیف کیا ہے؟

ب)جہاں پر مجنی علیہ کے قتل یا ضرب وجرح شدید یا متوسط کا احتمال ہو وہاں پر تکلیف کیا ہے؟

ج)جہاں پر زیادہ معمولی یا کم مال مورد تعرض ہو تو وہاں پر کیا تکلیف ہے ؟
د)جہاں پر مقاومت جانی یا سارق کے قتل پر تمام ہو تو وہاں پر تکلیف کیا ہے ؟
ھ)جن موارد میں جانی یا سارق سے مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے ،قاتل مدافع اور متجاوز کی تکلیف کیا ہے ؟

جواب)
دفاع کے عنوان سے جانی یا سارق کو تجاوز سے روکنے کےلئے ان کے مقابلے میں مقاومت کرناواجب ہے ؛ خصوصاً اس کے مقابلے میں جو قتل کا قصد رکھتا ہے اور تجاوز مالی کے مقابلے میں بھی چنانچہ دفاع حملہ کرنے والے کے قتل کا موجب ہو تو مہاجم کی جان کی حفاظت کے لئے اس طرح کے دفاع سے صرف نظر کیا جائے اور اگر جس پر حملہ ہوا ہے اس شخص کے قتل کا موجب ہو تو مال حاصل کرنے کیلئے دفاع کرنا حرام ہے۔
الف)مجنی علیہ کی آبرو ریزی کا احتمال یا قطع ویقین جان اور آبرو کے دفاع سے مانع نہیں ہے؛ (اس کے باوجود بھی مذکورہ دو چیزوں کا دفاع کرنا چاہیئے)
ب)مجنی علیہ کے قتل کے احتمال میں مہم اور اہم میں امر دائر ہونے کے باب سے جان کی حفاظت کیلئے واجب ہے کہ جنایات جانی سے دفاع نہ کیا جائے ۔
ج) جنایات مالی کے بارے میں اشارہ ہو چکاہے ۔
د)اگر کسی جگہ مقاومت قتل جانی پر تمام ہو تو دفاع واجب ہے اور جنایت جانی سے کمتر میں ان کے درمیان جو اہم ہے اس کی رعایت کی جائے۔
اور ناموس کےدفاع میں مدافع کو اگر اپنی جان کا خطرہ نہ ہو تو حملہ آور کے قتل ہونے تک دفاع کیا جائے؛ کیونکہ جان وناموس اور مال کے مراتب ہیں اور اگر حملہ آور جائز دفاع میں قتل ہو جائیں تو دیت نہیں ہے؛ کیونکہ اس نے خود ہی اپنے خون کو ضائع کیا ہے ۔
ھ)جن موارد میں مدافع کو ایسے دفاع جو حملہ آور کے قتل پر تمام ہو سے روکاگیا ہے قتل عمد اور غیر عمد کی صورت میں ہر ایک اپنے اپنے مخصوص حکم کا حامل ہو گا ۔
سوال۵۹)
اگر کوئی ملک شرکت میں خریدی جاتی ہے اور اس کے بعد ایک شریک اپنے حصہ کی ملک کو دوسرے شریک کو بشرط تملیک اجارہ پر دے دیتا ہے اس طرح سے تمام قسطوں کی ادئیگی کے بعد(کہ طبعاً اس پیسے سے زیادہ ہے جو شریک نے اس سہم اور حصے کیلئے دیا ہے)مورد اجارہ حصہ مستاجر کی مالکیت میں آجائے گا بیان فرمائیے کہ اس کام کو کہ بینکوں یا شرکتوں (اشخاص حقوقی)اور کبھی اشخاص حقیقی کے توسط سے انجام پاتا ہے قرضی سود سے چھٹکارا پانے کے لئےایک شرعی طریقہ جانا جا سکتاہے ؟

جواب)
رباء کیلئے ہر گز کوئی راستہ شرع میں موجود نہیں ہے مگر یہ کہ ا س مسئلے میں مہنگائی کی وجہ سے مذکور املاک کی قیمت آغاز معاملہ سے زیادہ ہو کہ مثلاًآغاز میں اس کی قیمت ایک کروڑ تھی اور آخر ی قسط کے زمانے میں ایک کروڑ بیس لاکھ ہو گئی ہے تو تاخیر سے محاسبہ ادا کر سکتاہے مبلغ زائد کو مصالحت یامتفاوت ملک کی قیمت کر کے حقیقی حساب کے عنوان سے نظر میں رکھے ،بلکہ ءیہ محاسبہ واجب ہے کیونکہ دس ملین تومان اسی بارہ ملین تومان آخری قسط کا زمان آغاز ہے اور اس صورت میں کہ اسی دس ملین کے حسا ب سے معاملہ ہو اس معاملہ میں دھوکہ ہے اسی میں ضرر اور نقصان ہے ۔ خلاصہ انتقال کا زمانہ قیمت کا معیار ہے نہ سکوں کی مقدار اور ضادی پیسہ لینے کا یہ تنہا شرعی راستہ ہے جو حقیقت میں اضافی نہیں ہے
کل ملاکر تمام اضافی رقم جو صرف زمان کے حساب سے منظور ہوئی ہے وہ رباء ہے، لیکن اگر ارزش اور قیمت کے حساب سے ہو تو حق ہے اگرچہ مختصر مدت میں ہو

سوال ٦٠)
عقد نکاح کے بعد شوہر کے تنگدست اور مفلوک الحال ہونے کی صورت میں وہ مہر ادا نہ کر سکتا ہو تو آپ کیا فرماتے ہیں:
الف) کیا عورت مہر نہ پانے کی وجہ سے خود کو شوہر کے حوالے نہ کرنے کا اختیار رکھتی ہے؟
ب) جواز کی صورت میں یا تمکین صرف بضع سے مخصوص ہے اور اسی میں منحصر ہے یا دیگر لذتوں کو بھی شامل ہے ؟
ج) کیا ان موارد میں اس کا نافرمان ہونا صادق آتا ہے ؟
دجواب)
اس صورت میں کہ مرد نے معین مدت میں مہر کی ادائیگی کا وعدہ کیا ہو اور اس کےلئے اس مقررہ زمانہ میں ادائیگی ممکن بھی ہو اور وہ مہر ادا نہ کرے تو عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ تمام جنسی اور شہوانی لذتوں سے شوہر کو روک دے اور تاخیر سے دینے کی قرارداد کی صورت میں ادائیگی سے پہلے اسے شوہر کو تمکین سے روکنے کا کوئی حق نہیں ہے اور وقت مقرر میں مرد تنگدستی اور مفلوکالحال ہونے کی وجہ سے مہر ادا نہیں کر سکتا تو قرآن کی اس آیت ((وان کان ذو عسرۃ فنظرۃالی میسرۃ))کے پیش نظر تب بھی اس کو تمکین سے روکنا نہیں چاہیے مگر یہ کہ حالات بہتر ہونے کے بعد بھی مہر ادا نہ کرے ،خلاصہ اگر مرد مہر کی ادائیگی میں تقصیر اور کوتاہی کرے تو تمکین نہ کرنا مثبت ہے اور اس صورت کو علاوہ منفی ہے، گرچہ اس کی تنگدستی بھی از روئے تقصیر ہو، لیکن تنگدستی کے بعدمہر ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو کیونکہ((وان کان ذو عسرۃ فنظرۃالی میسرۃ))قرض ربوی کے بارے میں ہے جو بدترین تقصیر ہے مگر یہ کہ اپنی تنگدستی کو برطرف کر سکتا ہو یایہ تنگدستی عمداً مہر ادا نہ کرنے کیلئے ہو اور نافرمانی اس صورت میں ہوتی ہے کہ عورت مرد کو جنسی لذتوں کے سلسلہ میں آزاد چھوڑدینا چاہیےلیکن وہ اس پر پابندی لگائے اور عورت کی استمتاع ممانعت بھی مہر بضعی کے عمداً ادا نہ کرنے میں منحصر نہیں ہے بلکہ نشوز مرد کے بارے میں بھی یہ ممانعت وارد ہے اور اگر نہی عن المنکر کی وجہ سے ہو ممانعت تمتعی اس پر واجب ہے ، خلاصہ عورت سے استمتا ع کرنا مہر کا حق ہے چنانچہ مرد سے تمتع کرنا عورت کا حق ہے ۔ مثلاً از باب نہی عن المنکر موعظہ وتنبیہ بدنی کے مرحلے کے بعد ہمسر کی طرف پشت کرنا جنسی لذتوں کی نظر سے واجب ہے اور یہ نشوز مرداور عورت دونونکی طرف سے ہے بلکہ ترک کرنا خود نشوز ہے لیکن ہر صورت میں تمتع نظری یہاں تک کہ مرد کا عورت کو لمس کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ آخر کار اس کی بیوی ہے ۔
سوال ٦١)
اس بات کے پیش نظر کہ کسی معین ادارے میں سیٹ لائٹ کے مدار ملکوں سے مخصوص ہوتے ہیں کہ اس اختصاص کے بعد وہ ملک اپنے سیٹ لائٹ کو (وہ سیٹ لائٹ خود ساختہ ہوں، خریدے ہوئے ہوں یا کرایہ کے ہوں) مقامی مداروں میں قرار دے سکتے ہیں اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں:
الف)ایک ملک کا ان مداروں سے حق استفادہ مالکیت کے عنوان سے ہلے یا حق انتفاع کے عنوان سے ؟
ب)کیا ان کا کرایہ دینا یا ان کا وقف کرنا ان ملکوں کے ذریعے ممکن ہے ؟
جواب)
سیٹ لائٹ اور اس طرح کی دوسری چیزوں کے اختصاصات اگر مالکیت کے عنوان سے ہونتو مالکیت کےتمام احکام رکھتے ہیں اوراگر حق انتفاع کے عنوان سے ہو تو اس کا حکم وہی حق

انتفاع ہے ۔ خلاصہ اگر کسی نے سیٹ لائٹ خریدہ ہے وہ مالکیت کا کلی حکم رکھتا ہے اوراگر اجارہ کیا ہے تو اس کا حکم اجارہ کا حکم ہو گا اور اگر خود بنایا ہے تو ملک خالص ہے ، کیونکہ خرید ممکن ہے محدود ومقید ہو لیکن خود ساختہ میں کوئی قید اور محدودیت نہیں ہے ۔معین اداروں میں سیٹ لائٹس کا اختصاص وہی اس کی ملکیت ہے کہ محلی مداروں میں قرار دے سکتا ہے اور اس سے استفادہ حق ملکیت کے عنوان سے ہے اور دوسرے لوگ اجازت کے بغیر اس سے استفادہ کا حق نہیں رکھتے ہیں مگر یہ کہ سیٹ لائٹ اصولی طور پر اختصاص پزیر نہ ہو جیسے ریڈیو اور ٹی وی کی مشترک لہریں کہ عادلانہ اور مساوی طور پر بقدر ضرورت ان سے استفادہ کیا جائے گا ۔

سوال ٦٢)

اس بات کے پیش نظر کہ علمی نقطہ نگاہ سے اگر مرد مر جائے تو محدود مدت تک اس کے نطفہ کو کسی عورت کے رحم میں منتقل کیا جا سکتا ہے اور اس کو حاملہ کیاجا سکتا اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)شوہر کے نطفہ کا اس کی موت کے بعد زوجہ کے رحم میں منتقل کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

ب)طہارت اور میراث وغیرہ کے اعتبار سے بچے سے متعلق احکام کی وضاحت فرمائیے ؟

ج)اس نطفہ کو اگر کسی اجنبی عورت (نا محرم) کے رحم میں منتقل کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب)

الف وب)بصورت امکان کسی مردہ شخص کے نطفہ کا اس کی عورت کے رحم میں منتقل کرنا بظاہر عورت کو مس کرنے کے علاوہ اور کوئی اشکال نہیں رکھتا، لہذا بچہ صاحبان نطفہ کاہو گا ۔ گرچہ زناء غیر مشتبہ سے ہو ،چنانچہ کوئی دوسرامرد خواہ حلال خواہ حرام، اس جنسی امر میں شریک نہ ہو کہ اس صور ت میں بچہ صاحب نطفہ سے متعلق ہو گا کہ میراث بھی پائے گا اور میراث چھوڑے گا بھی ۔

ج)مردہ شخص کے نطفے کا کسی اجنبی عورت کے رحم میں منتقل کرنا بالکل حرام ہے، کیونکہ جنسی امور میں حرمت جنسی عمل سے کہیں زیادہ عام ہے یعنی نظر، لمس شہوانی ہو یا زن ومرد کے تمام تعلقات اور روابط سے بھی زیادہ اہم ہو اور وہ تولید فرزند ہے۔ یہاں تک کہ اگر انتقال نطفہ کی راہ سے ہو کیونکہ حرمت اصطلاح میں ان عورتوں کے بارے میں ہے جو تمہاری بیویاں نہیں ہیں ، خصوصاً وہ محارم جودو گانہ اور دو طرح کی حرمت رکھتی ہیں چنانچہ ارشاد ہو رہا ہے((**حرمت علیکم امھاتکم**))یعنی تمہاری مائیں اور ۔۔۔تم پر حرام ہیں ۔اور گونا گون مراحل میں سب سے اہم حرمت غیر زوجہ سے تولیدی ارتباط ہے۔ اگرچہ انتقال نطفہ کی راہ سے ہو کہ دونوں طرف سے حرام ہے ۔ اگرچہ صاحب نطفہ مردہ ہو یا نقل نطفہ کے سلسلہ میں بے اختیار ہو۔اور جنسی عمل اس بیوی سے ہو جو مر چکی ہے، حرام ہے گرچہ زنانہیں ہے لیکن جنسی عمل کے بغیر مردہ کا نطفہ منتقل کرنا اس رخ سے حرام نہیں ہے ۔ مگر یہ کہ عورت کو مس کرے اور بہر صورت انتقال نطفہ میں خواہ حلال ہو یا حرام ایک پہلو سے ہو یا چند پہلوؤں سے بچہ ماں اور باپ سے ملحق ہے اور دوسرے اولاد کی طرح ہے خواہ میراث کا باب ہو یا بلا استثناء دوسرے فرزندی احکام ہوں

مردہ مرد کے نطفہ کو اس کی بیوی کے رحم میں منتقل کرنا جائز ہے، اس کی دلیل قرآن سے میراث کی آیات ہیں جو(**ازواجکم**)اس کو موت کے بعد بھی باقی رکھتی ہیں اور موت سے زوجیت کی جدائی پر ہرگز کوئی دلیل نہیں ہےاور صرف مردہ کے ساتھ سنت قطعیہ کی روشنی میں جنسی عمل حرام ہے جیسا کہ حیص ، نفاس اور احرام کی حالت میں حرام ہے اور اس وقت زوجیت کے ایک رخ کا ارتباط زوجیت کے بغیر حلال ہونا بلا استثناء حرام قطعی ہے۔مگر حالت ضرورت میں جنسی عمل کے علاوہ چنانچہ کس طرح سے مردہ بیوی سے جنسی عمل کے علاوہ زوجیت کے تمام ممکنہ ارتباطات حلال ہیں۔ اس اصل کی بنیاد پر کم سے کم مردہ مرد کے نطفہ کو اس کی بیوی

کے رحم میں منتقل کرنا بلا اشکال ہے ، جز شرمگاہ کے مس کرنے کے اگر مس نہ ہو تو اس رخ سے بھی حلال ہے۔ اگر (ازواجکم)موت سے پہلے کے حساب سے ہو تو طلاق کے بعد بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ نتیجتاً مطلقہ عورت بھی میراث لے سکے، سے بہرہ مند ہو لہٰذاصدق (ازواجکم) بقاء زوجیت کی بنیاد پر موت کے بعد ہے۔
سوال ٦٣)
کیا اسلامی حکومت اہم مصالح کے پیش نظر بعض عقود یا ایقاعات (مثل ازدواج یا طلاق)کو بعض مراحل کے گزارنے پر موقوف کر سکتی ہے ؟
جواب)
خدا کے علاوہ کوئی بھی طاقت کسی بھی مصلحت کے پیش نظر عقد یا ایقاع کی صحت کو ملک کے رسمی دفاتر میں ثبت کروانے یا کچھ مراحل گزرانے پر موقوف نہیں کر سکتی ہے کیونکہ حکم صرف اور صرف اللہ سے مخصوص ہے ۔
چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ((**ان الحکم الا اللہ**))اور مصلحت،صرف صاحبان عقد یا ایقاع کے قطعی حقوق کی حفاظت وپاسداری کے لئے ہے اور اگر اسناد رسمی کے دفاتر میں ثبت کئے بغیر دوسرے وسیلے سے ثابت ہو تو اس پر ترتیب اثر دینا حکومت کی ذمہ داری ہے؛ کیونکہ عقود اور ایقاعات کے آثار کسی شرط کے بغیر ثابت ہیں ۔
کتاب سنت کے قطعی ادلہ بہت زیادہ ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں کہ احکام صرف خد ا سے مخصوص ہیں (چاہے وہ احکام ثانویہ ہی کیوں نہ ہوں) یہاں تک کہ پیغمبر بھی اپنے پاس سے کسی حکم کے جعل کرنے کا حق نہیں رکھتا ہے باوجودیکہ ان کے نزدیک مصالح ومفاسد روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ اور اگر اسناد رسمی کے دفاتر میں عقود کو ثبت کی
ثبت کروانے عورت یا مرد کے حقوق کی حفاظت کی غرض سے لازم قرار دیا گیا ہو تو عقود کا اسناد رسمی میں ثبت کروانا اس لئے لازم قرار دیا گیا ہے کہ حقوق زن وشوہر کی حفاظت ہو سکے ا س کا مطلب یہ قطعی نہیں ہے کہ جو عقود دفاتر میں درج نہیں کروائے گے ہیں وہ باطل ہیں۔ مگر اس صورت میں کہ حق کا اثبات ثبت کروانے میں منحصر ہو اور عقد بھی مفت کا نہ ہو کہ اس صورت میں عقد غرری اور باطل ہے کہ اگر دوسرے کی ضمانت ہو تو درست اور اگر دفتر خانہ میں ثبت کی بھی ضمانت نہ ہو تو بھی ضرر اور جہالت کی وجہ سے باطل ہے ۔
البتہ ایسی کوئی صورتحال پیش نہیں آتی کہ حق کا اثبات عرف اور شرع میں اندراج کرنے میں منحصر ہو؛ کیونکہ گواہان اور واجب القبول ثابت نوشتے تمام محکموں میں عادلانہ ہیں۔
سوال ٦۴)
عقود کے شعبے میں ایک ملک کی فروخت چند افراد کو بصورت زمانی کیا حکم رکھتی ہے ؟ (مثلاً ایک ملک چار آدمیوں کو فروخت ہوئی یہ ملکسال کی ہر فصل میں اسی فصل کے مالک کے اختیار میں ہے کہ خود استفادہ کرے یا اجارہ پر دے دے یا ---)
جواب)
فقہ میں اس طرح کا معاملہ بیع مشروط کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور بلا اشکال ہے ، اس اجارہ کی مانند کہ کسی ملک کو مختلف زمانوں کے لئے اجارہ پر دیا جا سکتا ہے بلکہ عقد منقطع میں بھی ایسا ہے مثلاً ایک مہینہ کے لئے کسی کے لئےاور مدت پوری ہونے کے بعد اگر کوئی مدت لازم ہو تو دوسرے کے لئے کہ سارے عقد ایک جگہ منعقد ہوئے ہیں لیکن خود شادیاں تسلسل کے ساتھ یکے بع دیدگر ہیں۔ البتہ اس طرح کی بیع ، اجارہ اور نکاح شرعی شرائط سے مربوط ہے ۔
اس اصل کی رو سے طرفین عقد کو مفاد عقد کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرنا چاہیے مگر خیار کی صورت میں جوتمام معاملات میں اپنے شرائط کے ساتھ جاری ہے اور ان کلی مسائل بنیاد ((**اوفو بالعقود**))ہے کہ عقلی سارے معاہدے جو شرعی موانع سے خالی ہوں، شریعت کی نظر میں درست اورصحیح ہیں ۔

سوال ٦٥)
اسلام کی نظر سے بینکینگ حسابات کی حقیقت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟
الف)کیا بینکوں میں پیسے کی قرار دادی ارزش اور اعتبار افراد کے نام درج اور جا بجا ہوتے ہیں یا انھیں سکوں میں تصرف کی اجازت دی جاتی ہے ؟
ب)کیا بینکینگ حسابات کی مختلف شکلوں جاری، فکس ڈپوزیٹ، ثابت اور بینکی شراکت و۔۔کا حکم یکساں ہے ؟
ج)علی الحساب سود (فرافٹ)جو بینکی مشارکت میں پیسہ لگانے والوں کو دیا جاتاہے اس کا حکم کیا ہے ؟
د) ہدایا اور جوائز کیا حکم رکھتے ہیں جو بینک پیسہ فکس کرنے والوں کو دیتا ہے ؟
جواب) بینکینگ اورغیر بینکینگ حسابات کی ماہیت فقط اعتبار وارزش ہے اور اگر بعینہ انہیں سکوں کو اپنے نام بینک میں جمع کریں تو خود بخود ارزش میں تبدیل ہو جاتے ہیں اس حساب سے سال گذاشہ کا ایک ملیون تومان جمع کیا ہو ا امسال اس کی ارزش اتنی ہو جاتی ہے کہ اس میں ۲/ لاکھ تومان ک اضافہ ہو جاتا ہے اور سارے قرضوں کی بھی یہی صورت ہے اور بینکوں کے مختلف حسابات صرف ارزش کے منبی پر ہیں اور اس صورت میں کہ محاسبہ میں کوئی مشکل پیش آئے مورد مصالحت ہے۔ مضاربہ میں جو فرافٹ علی الحساب ملتا ہے اس کا حکم حساب عادلانہ اور رباء سے خالی ہونے کی صورت میں حلیت وجوب ہے ۔مثلا ایک ملیون تومان فکس کیا ہے کہ بینک کی رو سے حلال درآمد ہے ، چونکہ مختلف زمانوں میں درآمد میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے اس لئے علی الحساب پرافٹ ماہانہ لیا جاتا ہے یا بعنوان مصالحت عاقلانہ وعادلانہ آمدنی کا ایک مبلغ بعنوان حد وسط منظور ہوتا ہے ۔
سوال٦٦)
آپ گھر سے باہر عورت کے کام کرنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:
الف) اگر شوہر نے اپنی بیوی کو گھر سے باہر کام کرنے کی اجازت دے دی ہے تو کیا کچھ مراحل طے کرنے کے بعد اب یہ کہہ سکتا ہے کہ اب میں کام کرنے کی اجازت نہیں دوں گا یایہ کہ پہلی ہی اجازت اس کے تمام لوازم کا التزام ہے ؟
ب)کیا موقت اور دائمی کام کے درمیان کوئی فرق ہے ؟
ج)کیا اشخاص حقیقی یا حقوقی (خصوصاً) افرد کے ذریعے استخدام کے درمیان کوئی فرق ہے ؟
د)ایک کام حق شوہر کے منافی ہے اور ایک کام حق شوہر کے منافی نہیں ہے کیا دونوں کے درمیان کوئی فرق ہے ؟
ھ)ایک کام ایسا ہے کہ اگر اس کو چھوڑدیں تو صاحب کام یا دوسروں کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا ہے اور ایک کام اس کے برعکس ہے کیا دونوں کے درمیان کوئی فرق ہے (مثلاً اگر عورت کو تعلیمی سال کے دوران تدریس کرنے سے روکا جائے تو اس سے مدرسہ اور طالب علموں کا نقصان ہوگا)
جواب)
پہلی بات تو یہ کہ شغل کی اجازت ضروری نہیں ہے اور جس طرح شوہر مناسب شرعی وعرفی کام کےلئےزوجہ کی اجازت کا محتاج نہیں ہے اسی طرح عورت بھی شوہر کی اجازت کی محتاج نہیں ہے اور اس وقت اجازت اپنے موارد میں یا موقت ہے یا دائم یا بلا قید ۔ پہلی دونوں صورتوں میں اسی قید موقت یا دائم پر عمل ہونا چاہیے اور عدم قید کی صورت میں اس کے دائمی یا موقت ہونے کی اس صورت میں عرفاً یا شرعاً بعض حالات میں اس شغل کو وقتی طور پر انجام دیں کہ معلوم ہے موقت ہے اور اس صورت کے علاوہ دائمی ہے اور شوہر اپنی زوجہ کو روکنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔
ب)بنابر این موقت اور مستمر کام میں فرق ہے ۔
ج)افراد حقیقی اور حقوقی کے استخدام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے مگر موقتی استخدام میں جو کام کا تسلسل ہےبعض شرائط میں حقوقی افراد کے ذریعے استخدام کی صورت میں ہو تو

حقیقی اشخاص سے زیادہ الزامی ہے اور شوہر کہ حالات سے مطلع ہے نتیجتاً موقت استخدام کی اجازت تو اس کے معلومہ لوازم کی بھی باعث ہو گی ۔

د)جو کام شوہر کے حق کے منافی ہو وہ شوہر کی اجازت سے بھی جائز نہیں ہوگا مگر وہ حق کہ شوہر اس سے صرف نظر کر سکتا ہو اور مطلق اجازت کی صورت میں صرف وہ کام عورت کےلئے جائز ہے جو شوہر کے حق سے منافات نہ رکھتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کاموں کے درمیان فرق ہے مگر وہ حق کہ قابل گذشت ہو اور شوہر نے اس سے صرف نظر کر لیا ہو۔

ھ)ایسا کام جسکو ترک کرنے میں ہو چاہے نقصان کام کرنے والے کا نقصان ہو یا مالک کا یا کسی دوسرے کا۔ اس کا ترک کرنا ہر گز جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اس سے اہم مسئلہ درپیش ہو مختصر یہ کہ کسی ایسے کام کا وعدہ کرنا، استمرار کے معنی میں ہے جیسے تدریس وغیرہ ۔

سوال ٦٧)

لڑکی کے سن بلوغ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں:

الف)لڑکی کی شرعی بلوغ کے اعتبار سے کیا عمر ہے ؟

ب)کیا بلوغ کی حیثیت سےدختر کے لئےعبادات، عقود اور ایقاعات کے درمیان فرق کا قائل ہوا جاسکتا ہے ؟

جواب)

الف)عقلی ،جسمانی ،جنسی اور اقتصادی لحاظ سے لڑکی کا سن بلوغ مختلف ہے

ب) فطری طور پر عبادت، عقود اور ایقاعات کے اعتبار سے فرق ہے ،کیونکہ آیت ((**اوحی الّی هذا القرآن لانذروکم به من بلغ**))کی روشنی میں ہر انداز اور تکلیف کے لئے ایک بلوغ مقرر ہے اول بلوغ عقلی ہے جو نوعاً مسلمان گھرانوں میں لڑکا اور لڑکی کے لئے دس برس کا سن سمجھا جاتا ہے کہ اس سن میں خدا اور شریعت کی شناخت ان کےلئے ممکن ہے اس کے بعد تیرہ برس کا سن روزہ کے لئے ہے کہ کم سے کم ان کی جسمانی قوت برابر ہے اورلڑکی کےلئے بلوغ ازدواج اور حجاب لڑکے سے پہلے ہے جیسا کہ اقتصادی بلوغ لڑکا اور لڑکی کیلئے مختلف ہے۔

سوال ٦٨ چنانچہ مصالح کے پیش نظر حکومت جمہوری اسلامی ایران غیر اسلامی ممالک سے قیدیوں کی رہائی کے تبادلہ کیلئے ایک قرارداد پر دستخط کرے اس معنی میں کہ جمہوری اسلامی ایران پابند ہو تو اس ملک کے زندانی افراد کو قید وبند میں رہنے کیلئے اس ملک کےحوالے کرے تا کہ وہاں پر قید وبند کی زندگی گزاریں اور اپنےملک کے قیدیوں کو ایران میں قید و بند کی زندگی گزارنے کے لئے تحویل لے اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں:

ایرانی مجرموں کے بارے میں اس بات کے پیش نظر کہ غیر اسلامی عدالتوں میں ان کے جس کے احکام صادر ہو چکے ہیں تو شرعی اعتبار سے ان کی طرفسے صادر ہوئے احکام ایران کے قضائی محکموں کے لئے قابل اجراء ہیں یا نہیں ؟

اور قابل اجراء نہ ہونے کی صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں: اصولی طور پر ہماری عدالتیں دوبارہ محاکمہ کرنے اور جمہوری اسلامی کے قوانین کے مطابق حکم صادر کرنے کی ذمہ داری ہیں یا نہیں ؟

اس طرح کی قرار داد منعقد کرنا ضروری ہے اس بات کو دیکھتے ہوئے کوئی ایسی روش بیان فرمائیں جو شرعی معیاروں کے منافی نہ ہو

قابل اجراء ہونے کی صورت میں اس بات کے پیش نظر کہ غیر مسلم ممالک میں کئے گئے جرائم کی سزا تنہا حبس وقید ہے لیکن اسلامی جمہوری ایران کی نظر سے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں ، تکلیف کیا ہے اور کیا حاکم شرع درج ذیل صورتوں کو حبس وقید میں تبدیل کر سکتا ہے ؟

الف)جرم ارتکابی کی سزا حد شرعی ہے

ب)جرم ارتکابی کی سزا دیت ہے

ج)جرم ارتکابی کی سزا تعزیر ہے (حبس کے علاوہ)

د)جرم ارتکابی کی سزا حبس ہے
ھ)جرم ارتکابی کی سزا قصاص ہے
و)عمل ارتکابی جرم شمار نہیں ہوتا
غیر ایرانی مجرموں کے بارے میں اس صورت میں کہ دوسرے ملک کا رہنے والا ہے لیکن جمہوری اسلامی ایران میں جرم کا مرتکب ہوا ہے اور اس وقت جیل کی سزا بھگت رہا ہے تو کیا شرعی نقطہ نگاہ سے جمہوری اسلامی محکوم شخص کو سزا پوری ہونے سے پہلے اس ملک کے حوالے کر سکتا ہے تا کہ جیل کی مدت وہاں پوری ہو یا نہیں ؟
اگر ایک مسلمان ملک سے قرار داد ہو تو کیا حکم مسئلہ تغییر کرے گا یا نہیں ؟
کیا جن کو سزائیں سنائی گئیں ہیں تو مذکورہ بالا موارد میں ان کی خوشی اور ناراضگی کا کوئی دخل ہے یا نہیں
جواب)
غیر اسلامی ممالک کی طرف سے صادر کئے گئے احکام اس صورت میں قابل اجراء ہیں جب وہ احکام سو فیصد اسلامی احکام سے مطابقت کریں اور اگر سو فیصد اسلامی احکام سے مطابقت نہیں کرتے تو ایران کی اسلامی عدالتیں ان کا محاکمہ دوبارہ کرنے کی ذمہ دار ہیں اور کلی طور پر اسلامی سزائیں قابل تبدیل نہیں ہیں کیونکہ ((**ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون---الظالمون---الفاسقون**))کیونکہ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہیں کرتے وہ کافر ، ظالم اور فاسق ہیں
خلاصہ اس عمل کو بھی جو اسلامی نقطہ نظر سے جرم ہے ، نظر انداز نہیں کیاجا سکتا اور اسی طرح اسلامی حد یا تعزیر کو بھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا
غیر ایرانی مجرم کا اپنے ملک میں جیل کی سزاکاٹنا وہاں پر داخلی حبس کی موافقت کی صورت میں بلا اشکال ہے اور طرف مقابل کی رضایت بھی شرط نہیں ہے بلکہ بقیہ جیل کی مدت کا مذکورہ شرط کے ساتھ اپنے ملک میں جیل کی مدت گذارنا رجحان رکھتا ہے ۔
سوال ٦٩)
انگوٹھا اور دوسری تمام انگلیوں کے درمیان جو معتبرہ ظریف میں تفاوت دکھایا گیا ہے کیا یہ کہا جا سکتا ہے یہ تفاوت اس لئے ہے کہ ان کی کار کردگی کے درمیان فرق ہے ؟
اس بنیاد پر انگشت ابہام (انگوٹھا)سے الغاء خصوصیت کیا جا سکتا ہے اور اس تفاوت کو بقیہ تمام انگلیوں کے بارے میں تعمیم دے سکتے ہیں ؟ (عام کر سکتے ہیں) یعنی انگلیوں پر جو خسارے اور نقصانات وارد ہوئے ہیں ان خساروں اور نقصانات کی نسبت سے ہر انگلی کی ارزش اور شغل کی اہمیت کے پیش نظر عمل کریں اور دیت او خسارات کی تعیین کریں ؟ مذکورہ بالا نظریات میں سے ایک ہم آہنگ ہے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ مبسوط میں اس کو اکثر اصحاب کی روایت سے یاد کرتے ہیں اور خلاف میں اس کے مفاد پر اجماع کا دعوی کرتے ہیں۔ آیۃ اللہ خوئی رحمۃ اللہ علیہ اسی روایت کو منتخب کرتے ہیں اور اسے دوسری تما م روایت پر ترجیح دینے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت عامّہ کے مخالف ہے
اس بات کے پیش نظر کہ عصر حاضر میں گونا گوں اور متعدد کام ہیں۔ وہ افراد جن کی انگلیوں کو صدمہ پہونچا ہے اور وہ افراد آپریشن یا خطاطی جیسے شغلوں سے وابستہ ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان کی انگلیوں کو جو صدمہ پہونچا ہے اس نے ان کے شغل کو بھاری نقصان پہونچایا ہے اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟
کیا کہا جا سکتاہے کہ معتبرہ ظریف میں ابہام (انگوٹھا)اور دوسری انگلیوں کے درمیان جو فرق بیان کیا گیا ہے وہ تفاوت ان کی میزان کا رکردگی کی وجہ سےہے ؟
اس بنیاد پر کیا انگشت ابہام (انگوٹھا) سے الغاء خصوصیت کرتے ہوئے اس تفاوت کو دوسری تمام انگلیوں میں بھی عام کر سکتے ہیں؟ یعنی انگلیوں کو پہونچنے والے نقصان کی نسبت سے ہر

انگلیکی قدر وقیمت اور کام کی اہمیت کے پیش نظر عمل کریں اور دیت اور نقصان کی تعیین کریں ؟

جواب)
انگلیوں کی قدر و قیمت کے مختلف ہونے کا نظریہ ان کی کارکردگی اور ان سے کیا کام لیا جاتا ہے کی روشنی میں عادلانہ اور کتاب اور سنت کے مطابق ہے۔ اس بنیاد پر انگشت ابہام (انگوٹھا)اور تمام انگلیوں کی قیمت وارزش کا مساوی ہونا بلکہ تمام انگلیوں کاایک دوسرے کے مساوی اور برابر ہونا بر خلاف عدالت شمار ہوتا ہے کیونکہ انگلیوں کی کار کردگی کا اختلاف ان کی دیت کے اختلاف کا موجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر کتاب وسنت سے ہمارے پاس کوئی دلیل نہ بھی ہو تو بھی یہ اختلاف کارکردگی تعیین دیت کی عادلانہ اور عقلی بنیاد ہوتی ((**اعدلو اهو قرب للتقوی**))جیسی آیات جو عدالت کا ایک نمایاں نمونہ ہے، کی تائید کرتی ہیں اور انگوٹھے کے بارے میں جسکو حدیث میں دوسری انگلیوں سے گرانبھا جانا گیا ہے، ہمیں الغاء خصوصیت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ انگوٹھے کاذکراس کے نمایاں نمونہ کے باب میں سے ہے اور "حصر" بھی نہیں ہے
بنا بر این انگلیوں کے درمیان دو تفاوت کو مدنظر رکھنا چاہے ، اول ،انگلیوں کے درمیان کلی تفاوت ان کی عمومی کار کردگی کے اعتبار سے ۔
دوم ان کے خصوصی استعمال کے لحاظ سے ۔
مثال کے طور پر کہنا چاہیے کہ اگر ہاتھ یا پیروں کی انگلیاں یا آنکھ اور ۔۔۔ایک دوسرے کی نسبت مساوی ہوں بنابر ایں اس کان کی دیت جس کو سنائی دیتا ہے اس کے برابر ہو جس سے سنائی نہیں دیتا، اس آنکھ کی دیت جو بینا ہے اس کے برابر ہو جو نابینا ہے،اور معلول ومفلوج پیر کی دیت سالم پیر کے برابر ہو، اور ناتوانہاتھ کی دیت قوی ہاتھ کے برابر ہو اور کام کرنے والی انگلی کی دیت اس انگلی کے برابر ہو جو مفلوج اور بے حس و حرکت ہے۔ اگر ایسا کہیں تو عدالت اور مذکورہ پہلوں میں ان کی کارکردگی کی مقدار اور میزان کے برخلاف ہے اور منبی کے تحت جو کچھ علماء کے درمیان مشہور یا اجماعی یا ضروری ہے کہ ہر طاق عضو کی دیت جیسے دھن ، زبان ، ناک ، شرمگاہ نیز جفت اعضاء کی دیت جیسے آنکھیں، ابرو ، ہاتھ ، پیر ، بیضے ، جان کی پوری قیمت کے برابر ہے تو یہ تعجب اور حیرت کا مقام ہے نیز برخلاف عدالت ہے اور فرع کا اصل پر اضافہ ہے کہ عین مطابق ہے کہ ان تمام اعضاء کے قطع کی صورت میں جبکہ اصل جان محفوظ ہو ان کی دیت انسان کی دیت کے تیس برابر ہو گی اور یہ عدالت اقتصادی جانی کے برخلاف ہے۔
اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ ایک عمارت جس میں تیس کمرے ہوں ایک کمرہ خراب کرنے کی صورت میں یہ کہا جائے گا تیس کمروں کی قیمت دی جائے کہ ساری باتیں ضرورت نظری ،عقلی،عملی اور اقتصادی کے برخلاف ہیں اور کتاب وسنت کے عادلانہ موازین کے بھی برخلاف ہے

سوال ۴۰)
اس صورت میں کہ کوئی شخص اپنا کوئی مال ادھار یا قسطوں کی صورت میں فروخت کرے اور خریدار کے ہاتھ میں اس مال کو دینے سے پہلے اس کو پھر سےاس سے کم پیسے میں بصورت نقد خریدلے تو اس صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں؟
الف)کیا معاملہ فوق ربوی(سودی)ہے ؟
ب)جواب کے مثبت ہونے کی صورت میں کیا معاملہ باطل ہے ؟
ج) اگر مورد معاملہ بصورت کلی یا کلی معین ہو تو کیا فروختہ شدہ مال کے مصداق کی تعیین یا عدم تعیین معاملہ کی صحت یا اس کے بطلان میں مؤثر ہے؟
د) فروخت کرنے والے نے جو اس سے کم پیسے میں بصورت نقد دوبارہ خریدنے کا ارادہ کیا ہے تو اس کا معاملہ کی صحت یا اس کے بطلان میں کیا اثر رکھتا ہے ؟
ھ)کیا قصد کی تصریح اور عدم تصریح میں کوئی فرق ہے ؟

و)جواب کے مثبت ہونے کی صورت میں اگر خریدار بائع کی تصریح کے بغیر قرائن سے منکورہ قصد کا علم پیدا کرے تو اس کا حکم معاملہ پر کیا اثر مرتب ہوگا ؟
جواب)موارد معاملہ چیز کے مبلغ کا کم وزیادہ ہو نا مدت کے کم وزیادہ ہونے کے مقابلے میں، سونا (ربوی) ہے اور ادھار معاملہ میں جنس کے مبلغ کا زیادہ ہونا نقدی معاملہ کی نسبت بھی ربا ہے مگر یہ کہ دریافت مبلغ کے وقت رائج الوقت روپےکی گرانی کاحساب کیا جائے کہ یہ ربا نہیں ہے۔
ب)ہاں دونوں ہی معاملات باطل ہیں ۔
ج)صحت معاملہ کے لئے ضروری ہے کہ مورد معاملہ جنس ہر صورت میں دکھائی دے یا دیکھنے کی طرح اس کی توصیف ہو اور اس صورت کہ علاوہ معاملہ غرری (ضرری) اور باطل ہے خواہ تصریح سے ہو یا اشارہ سے ہو تو خواہ قیمت کا کم ہونا نقد ہونے کی وجہ سے ہو یا قیمت کی زیادتی ادھار ہونے کی وجہ سے ہو اس کے ربا ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے اور مذکورہ تمام معاملات باطل ہیں ۔

اختتام
مترجم سید اظہر عباس رضوی الہ آبادی
مقیم حوزہ علمیہ قم ایران